معرکۂ کربلا

تاریخ و ادب

المؔ مظفر نگری

حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی

اھداء

میں اپنی اِس ادبی بضاعتِ مزجات کو جو جگر پارۂ رسولِ کائنات کی عزیمہ دعوت اور شرحِ ذبحِ عظیم کی ایک سُرخی ہونے کی وجہ سے گرانمایہ ہے ملک کے معزز اور علم دوست وجود عالیجناب کرنل بشیر حسین صاحب زیدی بی اے۔ کینٹب بار ایٹ لا۔ وائس چانسلر مُسلم یونیورسٹی علیگڈھ مدظلہٗ العالی کے حضور میں پیش کرنے کی سعادت حاصِل کرتا ہوں مجھے اُمید ہے کہ اس جوہر شناس کی بارگاہ سے اِس ہدیۂ ناچیز کو ضرور شرفِ قبول حاصِل ہو گا۔

نیاز کیش :۔ اَلَمؔ مظفرؔ نگری

۱۸ر اگست ۱۹۶۲ء
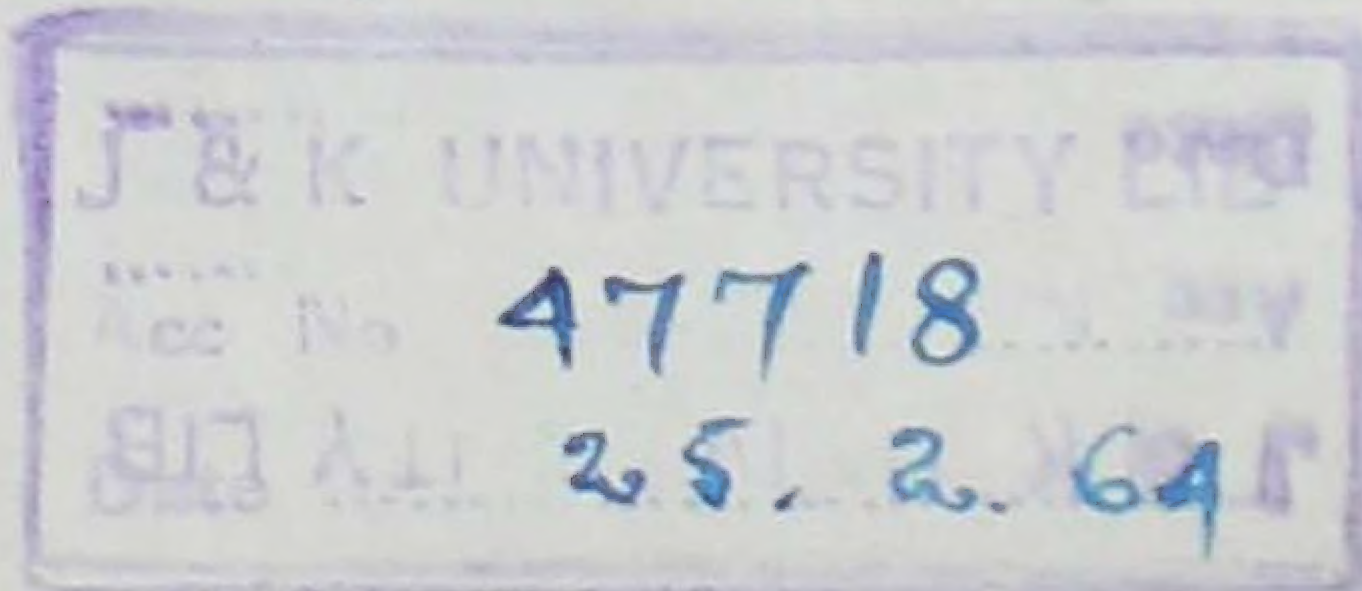
کمند و دامِ ما غیر از شکارِ غم نمی گیرد
مگس بر خوانِ ما عیشے بجز ماتم نمی گیرد

الم مظفر نگری

فہرستِ عناوین

جرأتِ حُسین

عشق در محفلِ غمِ حسن شہادت چو نمود

غمزہ اش ضبط و تحمّل زد و عالم بربُود

دیدۂ شوق حسینؓ ابنِ علیؓ کارے کرد

عقدۂ گیسوئے او از نظرِ خود بکشوُد

الم

حضورِ حق

تُو ہے مبدءِ خلق ربُّ العُلا
بقدرت نگہدارِ ارض و سما

بریؔ[1] از حدِ جنس و ضد ہے تُو ہی
وَلم یُولد و لم یَلِد ہے تُو ہی

ازل سے ہے دارندۂ ہست و بُود
تجلّی فروشِ بہ بزمِ شہُود

تُو ہے زیرِ ہر پردہ جلوہ طراز
بہ ہر رنگ و بے رنگ ہستی نواز

محبّت کو تُو نے مذاقِ وفا
عطا کر کے یہ مرتبہ دے دیا

میسّر ہے اُس کو وہ زورِ جنوں
کہ دل جس کے ہاتھوں ہے صیدِ زبوں

وہ غم جو دل افروز ہے دے مجھے
مرا درد بیزار درماں رہے

---

[1] ماخوذ از سعدیؒ۔ بری ذاتش از تہمتِ ضد و جنس۔

سراپا بنا دے مجھے سوز و ساز   مری ہر فغاں ہو محبت طراز
وہ اک سجدۂ شوق کر دے عطا   کریں وجد جس پر یہ ارض و سما
میں پہلوئے دل میں تڑپتا رہوں   خوشی سے ہر افتادِ الفت سہوں
رہے سامنے مقصدِ زندگی   جنوں خیز نالوں سے بہلاؤں جی
عنایت سے اپنی الٰہی مجھے   وہ معراجِ حسنِ بیاں بخش دے
جھلکتا رہے جس میں رازِ الست   بلندی سے ہو طور بھی جس کی پست
بلاغت پہ جس کی ہو سحباں فدا   نظامی کہیں سن کے صلِّ علیٰ
بڑھا دے مری طبعِ موزوں کا جوش   بیاں ہو مرا جلوۂ حق فروش
میں کر جاؤں یوں فرض اپنا ادا   سبھی اہلِ دانش کہیں مرحبا
مجھے پیش کرنی ہے نذرِ سخن   حضورِ نبیؐ اے خداوندِ من

جو ہیں وجہِ ایجادِ بزمِ شہود
رسالت ہے جن کی فروغِ وجود

رموزِ حقیقت کے آموزگار   سخن اُن کا ہے حجتِ استوار
نقوشِ قدم اُن کے ہیں منجلی   بہ جولانگہِ چرخِ نیلوفری
ہے بزم اُن کی خجلت دہ بزمِ طور   سراپا ہیں وہ مہرِ وحدت کا نور

حریمِ تجلّی کے ہیں راز دار
محبّت کی ہستی کے پروردگار

رسولوں کے سردار فخرِ زماں
ہیں زینت دہِ بزمِ کون ومکاں

بفانوسِ ہستی چراغِ ظہور
فروزندۂ شمعِ عقل وشعور

انہیں کا ہے عرشِ علا مُتّکا
ازل ہی سے ہیں خاتم الانبیا

شریعت کے گلشن میں سروِ سہی
بدشتِ ہُدیٰ رہبرِ آگہی

حقیقت بھی ہیں اور حقیقت نما
نبی الورا اور حبیبِ خدا

تصدّق میں اُن کے تو ربِّ جہاں
بنا دے زباں کو مری دُرفشاں

نہ ہوں تا کہ میں وقت پر شرمسار
رہوں اُن کی درگاہ میں باوقار

شہادت

شہادت ہے مستیٔ جامِ خودی
تجلّیٔ کاشانۂ زندگی

بوادیٔ غم صد قیامت بدوش
سرِ بزمِ جاناں گلستاں فروش

ہے فطرت کی نیرنگیوں کا کمال
کہیں ہے جمال اور کہیں ہے جلال

دو عالم سے ہے اِس کا رتبہ فزوں
وہ ہے رازدانندۂ کاف و نوں

کتابِ حقیقت کا متنِ جلی
ہے مفہومِ لفظِ امانت وہی

نہ باراِس کا ہستی سے جب اُٹھ سکا
وجودِ حسینؑ اس کا حامل ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ واقعہ

روایت یہ ہے اہلِ تاریخ کی — کہ مرگِ معاویہؓ کے بعد ہی

حکومت کی مسند پہ بیٹھا یزید — بصد آرزو بادلِ پُر اُمید

بلا سوچے سمجھے بزعمِ شہی — خلافت کا دعویٰ کیا اُس نے بھی

اُسے نفسِ بد نے کیا یوں زبوں — وہ سمجھا کہ جائز خلیفہ میں ہوں

حریفوں سے بیعت وہ جب لے چکا — تو پھر اُس نے یہ بھی ارادہ کیا

حسینؓ ابنِ حیدرؓ بھی بیعت کریں — خلافت کے میری مؤید بنیں

مگر تھا نہ ممکن کسی طرح بھی — حسینؑ اور بیعت بدستِ شقی

کبھی یوں بھی ہوتا ہے اے ذی شعور — کہ باطل بہ پندار و فخر و غرور

دباتا ہے اہلِ صداقت کو یُوں — کہ دُنیا سمجھتی ہے حق کو زبوں

مگر جلد ہوتا ہے باطل نژند — ازل ہی سے ہے کیونکہ حق فتح مند

ہوا ابنِ حیدر کو جب یہ یقیں — شرارت پہ آمادہ ہے خصمِ دیں

تو حق کی حمایت پہ باندھی کمر | بہ عزمِ جواں بادلِ بے خطر

حضرت امام حسینؑ کی روانگی

یہ ثابت ہے ہر طرح بے قیل و قال | سبھی اہلِ کوفہ کو تھا یہ خیال

کہ ہیں مستحقِ خلافت حسینؑ | وہ بزمِ شریعت کی ہیں زیب و زین

نہیں اُن سے رُتبے میں بڑھ کر کوئی | کہ ہیں زبدۂ خاندانِ نبیؐ

فزوں اُن کے ہیں ہر طرح مرتبے | امامت ہے موزوں اُنھیں کے لئے

اُنھیں کو سزاوار ہے سروری | وہ ہیں حاملِ عزّتِ سرمدی

لہٰذا اُنھوں نے بہ شوقِ تمام | لکھے چند نامے بنامِ امام

یہ مضمون اُن سب میں مسطور تھا | کہ اے سروِ گلزارِ خیرالوریٰؐ

یہاں آپ تشریف لے آئیے | ہمیں اپنا دیدار دکھلائیے

ہیں آمادۂ بیعت ہم سب یہاں | یہ وعدہ ہے برحق بَربِّ جہاں

ہے منظور طاعت ہمیں آپ کی | چلے آئیے جلد سبطِ نبیؐ

امامِ زماں نے وہ نامے تمام | پڑھے جو تھے از جانبِ خاص و عام

تو وہ نیک خود دل میں کہنے لگے | نہیں ردِّ دعوت ہے لازم مجھے

مناسب یہی ہے کروں میں سفر — بتائیدِ شرعِ نبیؐ بے خطر
سفر کا ارادہ ہوا آپ کا — چچا[۱] زاد بھائی سے اپنے کہا
کہ تم جانبِ کوفہ جاؤ عزیز — پہنچکر وہاں پھر بہ حُسنِ تمیز
ذرا دیکھنا کیا ہے رنگِ فضا — اور اِن کوفیوں کا ارادہ ہے کیا
اگر راہِ حقّ پر ہوں سب خاص و عام — عقیدت بھی رکھتے ہوں مجھ سے تمام
تو بیعت مِرے حق میں لینا ضرور — نہ کرنا ذرا امرِ حق میں قصُور
یہ سُن کر سُوئے کوفہ مسلمؓ چلے — دو فرزند بھی اپنے ہمرہ لئے
اُدھر سرورِ دینِ حق جلد تر — لگے کرنے مکّے سے عزمِ سفر

احبّا کا مشورہ

ہوئے دوست یہ سُن کے بیحد ملُول — سفر پر ہیں آمادہ سبطِ رسولؐ
سبھوں نے بالحاح وزاری کہا — کہ ہے اِس ارادے میں خطرہ بڑا
اعزّہ تھے حیران و مضطر تمام — یہ کہتے تھے گریہ کُناں خاص و عام
سبھی اہلِ کوفہ جفا کار ہیں — ستمگر ہیں، ظالم ہیں غدّار ہیں
وہ ہرگز نہیں قابلِ اعتبار — بڑے فتنہ پرداز ہیں بد شعار

عہ(۱) مسلم بن عقیل۔

بہت مضطرب ابنِ عباسؓ[1] تھے — مصر ہو کے کہتے تھے شبّیرؑ سے
سفر کیجئے گا نہ سُوئے عراق — ہے میرے لئے جانگسل یہ فراق
عراقی نہیں قابلِ اعتماد — بھرا ہے طبیعت میں اُن کی فساد
یہ سُن کر امامِ زماں نے کہا — کہ اے ابنِ عم تم ہو اہلِ وفا
میں واقف ہوں تم میرے غمخوار ہو — بہر لحظہ یار و مددگار ہو
مگر کر چکا ہوں میں عزمِ سفر — مشیّت[2] کے رُخ پر ہے میری نظر

فیصلۂ قضا و قدر

زمانے نے یہ آزما لی ہے بات — وہ ہوتی ہے جو ہونے والی ہے بات
گریز اس سے ممکن نہیں ہے ذرا — قضا و قدر کا ہے جو فیصلہ
اِک آفت سے بچنے کی کوشش کبھی — کیا کرتا ہے وقت پر آدمی
وہ جاتا ہے پھنس دُوسری میں مگر — نہیں اُس کو دامِ قضا سے مفر
کوئی عزم بھی ہو بہ رغمِ قضا — قضا ہی کی ہے سمت وہ بھاگتا
قضا سے قضا کی طرف ہے گریز — ہر انساں کا آہنگ تدبیر خیز
کبھی یہ بھی ہوتا ہے اے خوش سیر — کہ بنتا ہے عزمِ تحفّظ ہی شر

---

[1] حضرت عبداللہ ابن عباسؓ [2] ابن جریر وغیرہ

یہ کہنا کہ ہر سعی ہے بے خلل — حصارِ حفاظت ہے وہ مستقل
سراسر غلط ہے یہ اے نیک پے — اسے اہلِ عرفاں نہیں مانتے

حضرتِ امام حسینؑ کی روانگی اور فرزدق سے ملاقات

کہاں اِس سے واقف ہے کوئی بشر — ہے کیا پردۂ غیب میں جلوہ گر
بہ نیرنگیٔ گنبدِ اخضری — عیاں ہو گا کیا ہے کسے آگہی
طلسمِ جہاں کا بہ وہم و گماں — ہوا ہے نہ ہو گا کوئی رازداں
احبّا سے کہتے ہوئے الفراق — چلے ابنِ حیدر بسوئے عراق
رکھا وادیٔ حق میں اپنا قدم — تھے ہمرہ اعزّہ و اہلِ حرم
ضعیف و جواں طفلِ کمسن کئی — ہوئے گام زن سب بعزمِ قوی
چلا اِس تحمّل سے یہ قافلا — توکّل کی عظمت تھی اِس پر فدا
بہ ذکرِ خدا سب تھے گرمِ سفر — مقامِ صفاح پر ہوا جب گزر
فرزدق کہ تھا شاعرِ نیک نام — ملا آپ سے وہ بہ شوقِ تمام
کہا اُس سے حضرت نے اے باوفا — بتا اہلِ کوفہ کا ہے حال کیا
ارادے ہیں کیا اُن کے اے خوش بیاں — وہ کیا چاہتے ہیں ذرا کر عیاں

سُخن گو ہوا اِس طرح حرف زن ۔۔۔ مری عرض سُنئے امامِ زمن
دِل اُن کے تو ہیں آپ کے ساتھ ہی ۔۔۔ مگر اُن کی تیغوں کا رُخ واقعی
ہے دشمن کی جانب سمجھ لیجئے ۔۔۔ میں کہتا ہوں سچ آپ کے سامنے
یہ سُن کر امامِ زماں نے کہا ۔۔۔ تُو کہتا ہے سچ اِس میں شک بھی ہے کیا
ہمیں چاہیئے شُکرِ پروردگار ۔۔۔ ہے ہاتھوں میں اُس کے ہر انجامِ کار
بلاشُبہ وہ خالقِ دو جہاں ۔۔۔ ہے دارندۂ نظمِ کون و مکاں
ہے کونین میں اُس کی فرماندھی ۔۔۔ وہ جو کچھ بھی چاہے گا ہو گا وہی
وہ ہو امن یا شورشِ رستخیز ۔۔۔ مشیّت سے اُس کی نہیں ہے گریز
ہمارا ارادہ کہ جو کچھ ہے اَب ۔۔۔ گر اِس کے مطابق ہے مرضئ رب
تو ہم اپنے مقصد میں ہیں کامیاب ۔۔۔ بہر طور ہیں مستحقِ ثواب
بصد عاجزی اُس کی مدح و ثنا ۔۔۔ کریں گے ادا ہم بہ صبح و مسا
مشیّت کا اُس کی تقاضا اگر ۔۔۔ سمجھ لیجئے ہے بنوعِ دِگر
تو اِس میں بھی کچھ ہرج اپنا نہیں ۔۔۔ ہے نیّت ہماری صداقت گزیں
کہ ہم راہِ تقویٰ میں ہیں گامزن ۔۔۔ ثواب اِس کا دے گا ہمیں ذوالمنن[۱]
یہ فرمایا اور آپ آگے بڑھے ۔۔۔ بہ عزمِ جواں شُکر کرتے ہوئے

۱؎ ابنِ جریر

اگرچہ تھی گرمی بہ حدِ شباب
تھا ہر لحظہ آتش فشاں آفتاب
بگولوں کی جُنبش وہ ریگِ رواں
فضا میں تھیں رقصندہ چنگاریاں
نہ سبزے میں تھی نام کو تازگی
مسلّط تھی ہر سمت بے رونقی
شجر خشک تپتے تھے دشت و حجر
نہ پاتے تھے جاتے اماں جانور
مکدّر فضا اور ہوا شعلہ خیز
ہر اک سُو لپیٹ بادِ صرصر کی تیز
مگر اہلِ ہمت کا یہ قافلا
چلا جا رہا تھا بدشتِ بلا

سالکانِ طریقت

جو تائیدِ حق کے سزاوار ہیں
رہِ عشق میں گرمِ رفتار ہیں
انھیں فرشِ مخمل ہے ہر دشتِ خار
خزاں کو سمجھتے ہیں فصلِ بہار
صعوبت سے ہوتے نہیں مضمحل
جواں اُن کو رکھتا ہے پیغامِ دل
بیک منزل اُن کو نہیں ہے قرار
وہ رہتے ہیں مستِ تجلیٔ یار
انھیں روک سکتا نہیں ہے کوئی
بہ توفیقِ رب اُن کی ہے رہروی
یہ گرمی و سردی کی سب زحمتیں
ہیں اُن کے لئے سرمدی رحمتیں
مسلسل سفر کے طلب گار ہیں
تعیّن سے منزل کے بیزار ہیں

نہیں ڈھونڈتے وہ کوئی مستقر　　نظر اُن کی رہتی ہے پرواز پر

حضرتِ مسلم بن عقیلؓ کے اعزہ کی گفتگو

روایت یہ کرتا ہے ابنِ جریر　　جو ہے فنِ تاریخ میں بے نظیر

حسینؑ ابنِ حیدر یونہی متصل　　تھے گرمِ سفر در رہِ جانگسل

یہاں تک کہ اِک روز وقتِ ورود　　ہوا مخیم اُن کا مقامِ زرود

جو آرام لینے کو ٹھہرے وہاں　　سُنی آپ نے یہ خبر ناگہاں

کہ مسلمؓ کو کوفے میں باصد جفا　　شہید اہلِ طغیاں نے ہے کر دیا

دو بچے بھی اُن کے وہاں بیدریغ　　بجور و ستم ہو گئے نذرِ تیغ

سُنی آپ نے جب یہ رُودادِ غم　　پڑھا "اِنّا لِلّٰہ" برنج و اَلم

کئی ساتھیوں نے کہا آپ سے　　کہ اب لوٹ چلئے مناسب یہ ہے

فضائے عراقی نہیں سازگار　　نہیں اہلِ کوفہ کا کچھ اعتبار

مددگار کوئی نہیں آپ کا　　مخالف ہیں سب اور اہلِ دغا

یہ سن کر امامِ زماںؑ چپ ہوئے　　لگے غور کرنے کہ کیا کیجیے

اِسی فکر میں تھے شہِ دوسراؑ　　عزیزوں نے مسلمؓ کے اُٹھ کر کہا

---

۱۸ ابنِ جریر

ہم اس وقت لوٹیں یہ ممکن نہیں — ہیں قلب و جگر اپنے اندوہگیں
عوض قتلِ مسلمؓ کا لیں گے ضرور — کریں گے نہ اس امر میں کچھ قصور
رہے جان یا جائے کچھ غم نہیں — نہیں خصم واللہ یا ہم نہیں
سُنیں آپ نے جب یہ باتیں تمام — اعزّہ سے اپنے ہوئے ہمکلام
یہ فرمایا اے جاں نثارانِ دیں — یہ ظاہر ہے اِس میں کوئی شک نہیں
کہ بعدِ عزیزانِ مسلمؓ ذرا — نہیں ہے نہیں زندگی کا مزا
بہر طور میں اِن کے ہمراہ ہوں — یہ میرے میں اِن کا بھی خواہ ہوں
مناسب یہی ہے ہم آگے بڑھیں — ہے کیا مرضیٔ حق اُسے دیکھ لیں

اہلِ توکّل

توکّل کی منزل سے ہیں جو قریں — نظر اُن کی ظاہر پہ رہتی نہیں
انھیں ظن و تخمیں سے ہے احتراز — وہ ہیں عین پستی میں بھی سرفراز
جواں اُن کو رکھتی ہے زندہ دِلی — وہ ساحل پہ ہیں موجِ طوفاں میں بھی
کھلا اُن پہ ہے رازِ مرگ و حیات — ہیں آگاہِ رمزِ سکون و ثبات
ہلاکِ تجلّیٔ دِلدار ہیں — شرابِ حقیقت سے سرشار ہیں

نگاہوں میں ہے اُن کی رازِ ازل
وہ رکھتے ہیں ہر اک قدم برمحل
انھیں کا تو ہے نالۂ دردناک
تجلّی دہِ عالمِ آب و خاک
ہیں سب کام اُن کے سپُردِ خدا
تو پھر زندگی سے وہ گھبرائیں کیا

اہلِ غرض کی بھیڑ چھٹ گئی

ہیں دُنیا میں ہر طرح کے آدمی
منافق بھی دشمن بھی اور دوست بھی
کچھ اہلِ غرض نے جو دیکھا وہاں
ہیں شبیرؑ کوفے کی جانب رواں
تو ہمراہ وہ آپ کے ہو گئے
یگانوں کی صورت سفر میں چلے
سمجھتے تھے، کوفے میں، یہ بدسگال
بہت آئے گا ہاتھ مال و منال
مزے سے گزاریں گے ہم زندگی
رہیں گے شب و روز باصد خوشی
حقیقت سے اُن کی تھے واقف امامؑ
کہ اہلِ غرض ہیں یہ سب لاکلام
یہ بدو ہیں جاہل ہیں اور بے شعور
قریبِ جہالت صداقت سے دُور
بیک جا اُنھیں جمع کر کے شتاب
کیا آپ نے اُن سے اُٹھ کر خطاب

خطبۂ اوّل

سُنو ایہا الناس جو کچھ کہوں
حقیقت سے آگاہ تم کو کروں

مصائب سے پُر ہے یہ میرا سفر — کہ ہر اک قدم پر ہیں لاکھوں خطر
میں جس راستے پر کہ ہوں گام زن — ہیں اُس میں بہت سخت رنج و محن
جو خبریں کہ پہنچی ہیں مجھ تک ابھی — ہیں وحشت اثر اور غم سے بھری
مرے بھائی مسلمؓ کہ تھے محترم — ہوئے قتل کوفے میں با صد ستم
وہ ہانی بن عروہ اور عبداللہ[1] بھی — کہ دونوں پہ رحمت ہو اللہ کی
فنا خدمتِ دینِ حق میں ہوئے — بڑے ظلم پیہم اُنھوں نے سہے
مدد گار کوفے میں اپنا کوئی — نظر مجھ کو آتا نہیں واقعی
رفاقت کے دعوے جو کرتے رہے — وہ باطل پرستوں سے سب مل گئے
ہر اک باوفا بن گیا بے وفا — بھروسہ کسی پر نہیں ہے ذرا
کرو غور تم خود کہ میرا سفر — ہے کس درجہ غمناک اور پُر خطر
جو تم میں سے چاہے مجھے چھوڑ دے — مرے ساتھ رہ کر نہ آفت سہے
ذرا بھی کسی سے نہ ہوں گا خفا — درست اور سچ ہے جو میں نے کہا
جہاں جس کا دل چاہے جائے اُدھر — ہر اک ڈھونڈ لے اپنی راہِ مفر
سُنا شاہِ والا کا جب یہ کلام — تو وہ بدوؤں کی جماعت تمام
چپ و راست پیہم کھسکنے لگی — نہ اُن میں سے باقی رہا ایک بھی

---

[1] عبداللہ بن یقطر۔

فقط آپ[ع۱] کے ساتھ وہ رہ گئے ۔ جو مکّے سے باصدقِ دل تھے چلے

اہلِ غرض

جو اہلِ غرض نفس کے ہیں غلام ۔ وہ ہیں فکرِ دُنیا میں ہر صبح و شام

اُنھیں دینِ حق سے نہیں واسطا ۔ وہ مصروفِ باطل ہیں صبح و مسا

بظاہر اگرچہ ہیں پابندِ دیں ۔ پہ دل کُفر سے اُن کا خالی نہیں

زباں پر تو ہے دعویٔ راستی ۔ مسلّط ہے اُن پر مگر گمرہی

دل اُن کا ہے تائیدِ حق سے نفور ۔ صداقت کی منزل سے ہیں دُور دُور

وہ رہتے ہیں پابندِ نفسِ لعیں ۔ نجات اُن کو عصیاں سے ملتی نہیں

ضلالت سے رہتے ہیں ہردم قریب ۔ مآلِ شقاوت ہے اُن کا نصیب

گھڑی خدمتِ حق کی آتی ہے جب ۔ دکھا جاتے ہیں پُشت وہ سب کے سب

لرز اُٹھتے ہیں خوف سے جان کے ۔ سرک جاتے ہیں ڈر کے میدان سے

یونہی جیسے وہ بدوؤں کا گروہ ۔ ہوا سُن کے ذکرِ اجل کو ستوہ

حُر بن یزید کی آمد

رہِ غم میں شبّیر[ع۲] چلتے ہوئے ۔ جو نہی قادسیّہ سے آگے بڑھے

ع۱ ابن جریر

جو دیکھا اُٹھا کر نظر ایک بار — فضا میں نظر آیا اُڑتا غُبار
عیاں سامنے سے ہوئی ناگہاں — برنگِ جبل ایک فوجِ گراں
تھا سردارِ لشکر حُر[1] ابنِ یزید — بڑھا تا کہ ہو گرم گفت و شنید
کہا اُس نے حضرت سے اے محترم — یہاں اِس ارادے سے آئے ہیں ہم
بنِ زیاد تک آپ کو لے چلیں — شک اِس میں نہیں حکم ہے یہ ہمیں
حکومت کی جانب سے مامور ہوں — کہ تا کوفے میں آپ کو لے چلوں
اِس اثنا میں وقتِ ظہر آگیا — اُٹھے آپ اوڑھے ہوئے اِک ردا
تھے پہنے ہوئے آپ نعلین بھی — بڑھے آگے اور ایک تقریر کی

خطبۂ دوم

بہ خُلق و تحمّل بہ طرزِ نکو — مخاطب کیا حُر کو اور فوج کو
تم اے وہ جو ہو دین کے مدّعی — سُنو گفتگو کان دھر کر مری
حقیقت پہ رکھتے نہیں جو نظر — وہ ہیں سخت گمراہ اور فتنہ گر
یہ معلوم ہے تم کو اور ہے یقیں — میں اپنے ارادے سے آیا نہیں

---

[1] حُر بن یزید حصین بن نمیر تمیمی کے حکم سے ایک ہزار فوج لے کر آیا تھا۔ کیونکہ ابنِ زیاد گورنر عراق نے حصین بن نمیر کو ہدایت کی تھی کہ وہ حُر بن یزید کو بھیج دے۔

یہی ہے مرا عذر پیشِ خدا | یہی تم سے کہتا ہوں میں برملا
طلب پر تمھاری میں آیا اِدھر | کرو اپنے کردار پر تم نظر
بلایا گیا ہوں خود آیا نہیں | گواہ اِس کے ہیں آسمان و زمیں
لکھے تم نے نامے بہت سے مجھے | میں ہوں اپنے ہمراہ جن کو لئے
مجھے دعوتیں دے کے پیہم یہاں | بُلایا ہے تم نے ہی تو بے گماں
اور اب اپنے وعدوں سے تم پھر گئے | دغا دے رہے ہو مجھے پے بہ پے
تمھارے ہی قاصد تو تھے وہ تمام | جنھوں نے دیئے یہ تمھارے پیام
ہمارا نہیں ہے کوئی بھی امیر | یہاں آکے آپ ہو جیئے دستگیر
کریں گے بدل بیعت ہم آپ کی | ہیں بس آپ ہی لائقِ سروری
سرِ مو کریں گے نہ ہم انحراف | تمھارا یہ اقرار تھا صاف صاف
اور اب دیکھتا ہوں میں یہ واقعا | نہیں تم کو وعدوں کی پروا ذرا
جو تم اپنے وعدوں پہ قائم رہو | اور حق و صداقت کی رہ پر چلو
تو میں ساتھ چلنے کو تیار ہوں | جو ہے خدمتِ حق وہ انجام دوں
اگر میری آمد گوارا نہیں | تو میں واپس ہو جاؤں گا بالیقیں
یہ سُن کر بیانِ صداقت مآب | رہے چپ نہ آخر دیا کچھ جواب

زباں گو یا رکھتا نہ تھا کوئی بھی
خموشی تھی ہر اک پہ چھائی ہوئی

موذّن سے بعضوں نے اُٹھ کر کہا
اقامت پُکارو کہ وقت آگیا

یہ دیکھا تو حضرت نے حُر سے یہ بات
کہی کیا علیحدہ پڑھو گے صلوٰۃ

تو اُس نے کہا یوں بعجز تمام
نہیں یہ مناسب نہیں اے امامؑ

امامت کے لائق تو ہیں آپ ہی
کریں اقتدا کیوں نہ ہم آپ کی

پڑھائی امامِؑ زماں نے نماز
بہ عجز و نیاز اور بہ سوز و گداز

تھے دشمن بھی اور دوست بھی مقتدی
زہے شانِ اخلاقِ ابنِ علیؓ

نماز عصر کی پھر وہیں کی ادا
اور اِک خطبہ یوں آپ نے پھر دیا

خطبۂ سوم

جو کہتا ہوں اُس کو سُنو غور سے
بھلائی ہے منظور سب کی مجھے

جو تم راہِ تقویٰ پہ ہو مستقیم
سمجھتے ہو منشائے ربّ کریم

تو حقدار کے حق کو پہچان لو
مقلّد نہ شیطاں کے ہرگز بنو

صداقت کی دل سے کرو پیروی
ہے خوشنودیِ حق کا موجب یہی

امامت کے ہم ہی تو حق دار ہیں
پئے خدمتِ خلق تیّار ہیں

کرو غور تم ہم ہیں آلِ عبا — ہمیں حق نے بخشا ہے رتبہ بڑا

جو ظالم جفا جو ہیں اور اہلِ کیں — کوئی بھی تو حق اُن کا تم پر نہیں

حکومت ہے اُن کی بجور و ستم — ہیں نا اہل وہ سب کے سب یک قلم

حقیقت سے اِتنے ہو تم بے خبر — کہ حق پر نہیں اب تمھاری نظر

نہیں اہلِ حق سے تمھیں واسطا — ہے منظور باطل ہی کی اقتدا

تمھیں اپنے وعدوں سے ہے انحراف — مخالف شریعت کے ہو صاف صاف

یقیناً لکھے تم نے نامے کئی — مرے پاس قاصد بھی بھیجے کئی

خطوں میں ہیں وعدے جو لکھے ہوئے — ہیں کیا وہ غلط سب بتاؤ مجھے

جو کچھ قاصدوں نے ہے مجھ سے کہا — نہیں اُس سے بھی کیا تمھیں واسطا

تو واپس بلاشبہ جاتا ہوں اب — وہی ہوگا جو کچھ ہے مرضیٔ رب

سُنی حُر نے جب گفتگو آپ کی — کہا مجھ کو مطلق نہیں آگہی

وہ خط کس نے لکھے ہیں اور کب لکھے — ذرا واقفیت نہیں ہے مجھے

یہ سُنتے ہی عقبہ[1] سے شہؑ نے کہا — وہ تھیلے خطوں کے اُٹھا لا ذرا

چنانچہ وہ دو تھیلے عقبہ نے لے — دیئے کھول اور سامنے رکھ دیئے

کہا حُر نے یہ خط ہمارے نہیں — مجھے تو یہ ہے حکم اے شاہِ دیںؑ

---

[1] عقبہ بن سمعان۔

عبید[1] اللہ تک آپ کو لے چلوں
بس اِس کے سوا اور میں کیا کہوں

یہ سُنکر امامِ زماںؑ نے کہا
نہیں زندگی میں یہ ممکن ذرا

میں اور جاؤں گا پیشِ ابنِ زیاد
جو ہے بانیٔ ظلم و جور و فساد

ہے اُس شخص سے کیا مجھے واسطا
جو ہے نفس کی ظلمتوں میں گھِرا

نہیں پاس کچھ اپنے وعدوں کا بھی
یہ بد عہدیاں اور نا منصفی

کِسی طرح انساں کو زیبا نہیں
یہ گمراہیاں ہیں کرو تم یقیں

یہ کہہ کر بہ عزمِ صداقت نواز
یہ چاہا کہ واپس ہوں سوئے حجاز

دیا حکم ہمراہیوں کو کہ اب
مدینے کی جانب چلیں سب کے سب

مگر دفعتہً دشمن آگے بڑھے
کھڑے سامنے ہو کے کہنے لگے

نہ ہم جانے دیں گے کہیں آپ کو
جو چلنا ہے کوفے کی جانب چلو

خفا ہو کے حضرت نے حُر سے کہا
تِری ماں تجھے روئے اے بے وفا

یہ طرزِ عمل ہے بڑا شرمناک
نہ کر تُو اخوت کے دامن کو چاک

کہا حُر نے کوئی مِری ماں کا نام
جو لاتا زباں پہ تو میں اے امامؑ

بتا دیتا اُس کو کہ میں کون ہوں
بہر طور کرتا میں اُس کو زبوں

مگر آپ کی ماں کا اسمِ مُبیں
بُرائی سے لوں ہیں یہ ممکن نہیں

---

[1] عبید اللہ ابنِ زیاد۔

نہیں حکم یہ بھی لڑوں آپ سے ‏— رہوں گا مگر ساتھ میں دیکھتے
میں تم سب کو کوفے میں لے جاؤں گا ‏— یہی ہے یہی بس مرا مدعا
کہا آپ نے یہ ہے ممکن کہاں ‏— کہ مرنے سے پہلے میں جاؤں وہاں
یونہی گفتگو جب زیادہ بڑھی ‏— تو پھر حُر نے تجویز یہ پیش کی
نہ کوفے[1]، نہ جائیں مدینے کو آپ ‏— کریں اختیار اِس قرینے کو آپ
کوئی تیسرا راستہ لیجئے ‏— مری بات منظور یہ کیجئے
عبید اللہ[2] کو بھی لکھے دیتا ہوں ‏— میں شاید کہ اس پیچ سے بچ سکوں
یہ بات آپ نے مان لی اور بڑھے ‏— اور اک تیسرے راستے پر چلے
چلا ساتھ حُر بھی بہ فوجِ گراں ‏— جو بیضہ[3] میں پہنچے امامؑ زماں
تو پھر آپ نے ایک تقریر کی ‏— بطرزِ نکو دادِ تبلیغ دی

خطبۂ چہارم بمقامِ بیضہ

سنو اے محبانِ دینِ عرب ‏— کہ تم ہو مری قوم کے فرد سب
یہ فرماتے ہیں خاتم المرسلینؐ ‏— حدیث اُن کی ہے یہ کرو تم یقیں
جو حاکم کہ ظالم ہو جبار ہو ‏— پئے اہلِ عالم ستمگار ہو

---

[1] ابنِ جریر [2] عبید اللہ بن زیاد [3] نام مقام۔

کرے حرمتوں کو خدا کی زبوں
بہائے بلا جرم خلقت کا خوں

قوانینِ یزداں کو توڑے مدام
حدِ حق سے ٹکرائے ہر صبح و شام

نہ پروا کرے عہدِ معبود کی
رہے گرمِ ظلم و ستم ہر گھڑی

بہ تقلیدِ باطل بہت خوش رہے
بہر لحظہ شیطان کا دم بھرے

مخالف ہو تنظیمِ سُنّت کا بھی
نہ رکھے ذرا پاسِ شرعِ نبیؐ

نبوّت، رسالت کی توقیر کا
نہ ہو دھیان اُس کو بہ صبح و مسا

تو یہ فرض لوگوں کا ہے بالیقیں
مخالف ہوں اُس کے بہ تائیدِ دیں

زباں اور عمل سے ہوں گرمِ جہاد
یہاں تک کہ مِٹ جائے ظلم و فساد

کریں گے نہ ایسا گر اہلِ جہاں
تو ہوں گے گنہگار سب بے گماں

بروزِ جزا بازپرس اُن سے بھی
ضرور ہوگی یہ یاد رکھیں سبھی

جو حشر ہوگا اُس بانیٔ ظلم کا
وہی حشر اُن سب کا ہو جائے گا

میں یہ پوچھتا ہوں بتاؤ تمھیں
خبر کیا تمھیں اِس کی مطلق نہیں

خلافت کے جو آج ہیں مدّعی
وہ کیا مستحق اِس کے ہیں واقعی

ہیں گمراہِ منزل سبھی بے گماں
ہے خضر اُن کا ابلیس ہر یک زماں

خدا کی اطاعت سے ہیں دُور دُور
ہیں مقصودِ اسلام سے بھی نفور

نہیں کرتے احکامِ حق پر عمل — ہے نیت میں ہر لمحہ اُن کی خلل
تصرف وہ مالِ غنیمت پہ بھی — کیا کرتے ہیں اے زہے ابلہی
ہیں مصروفِ باطل بہر صبح و شام — نہیں کرتے فرقِ حلال و حرام
زمینِ الٰہی پہ وہ بد نہاد — بپا کرتے رہتے ہیں ہر دم فساد
وہ سرکش ہیں ظالم ہیں غدّار ہیں — بہ تقلیدِ باطل جفا کار ہیں
بلاشُبہ میں اِس کا حقدار ہوں — کہ باطل کو حق سے علیحدہ کروں
دروغ اور باطل کو کر کے نژند — کروں حق و انصاف کو سربلند
بتائیدِ حق اور بہ ذوقِ سلیم — دکھاؤں میں تم کو رہِ مستقیم
بہت سے خطوط اور قاصد کئی — ہوئے بھیج کر مجھ سے تم مُلتجی
کہ میں خدمتِ حق کو آمادہ ہوں — بحکمِ شریعت خلیفہ بنوں
مجھی سے تمھارا یہ اقرار تھا — کریں گے نہ ہم بے وفائی ذرا
جو تم اپنے وعدوں پہ قائم رہو — بصدقِ دلی باوفا بن سکو
تو ہے یہ تمھارے لئے خوب تر — رکھو دینِ برحق کو مدّ نظر
حسینؑ ابنِ حیدرؑ ہوں دیکھو مجھے — جو کچھ کہہ رہا ہوں سُنو غور سے
ہیں نانا مرے سرورِ کائنات — ہوا جن سے دینِ خدا کو ثبات

وہ زہراؓ کہ ہیں جو کہ بنتِ نبیؐ
وہی والدہ ہیں یقیناً مِری

تمہاری مِری جان بایک دگر
ہیں باہم قریں بلکہ نزدیک تر

تمہارے ہوں یا میرے اہل و عیال
نہیں ہیں جُدا اِس کا رکھّو خیال

اِبا اور محبّت سے میری کرو
کہاں تک مناسب ہے خود سوچ لو

ضروری ہے تم پر مِری اقتدا
ہوں خوش تاکہ تم سے رسولِؐ خدا

نہیں عہد کا تم کو اپنے خیال
مگر مجھ کو اِس کا نہیں کچھ ملال

کئی بار پہلے بھی تم نے یوں ہی
ہے کی اپنے وعدوں سے پہلو تہی

مِرے باپ اور بھائی کو وقت پر
دیئے تم نے دھوکے کئی سر بسر

تھے مسلمؓ[1] چچا زاد بھائی مِرے
اُنھیں قتل تم نے کیا ظلم سے

ذرا بھی تمھارا انہیں اعتبار
ہو تم سب کے سب ظالم و بدشعار

مگر یاد رکھّو اِن اطوار سے
تم اپنا ہی نقصان کرتے رہے

تم اپنے ضرر کے لئے آج بھی
ہو گمراہِ منزل زہے گمرہی

دغا دے رہے ہو مجھے پے بہ پے
یہ اچھا نہیں ہے تمھارے لئے

صد افسوس تم نے وہ خود کھو دیا
جو کرنا تھا حاصل تمھیں مُدّعا

ہوئے آپ تم مبتلائے عذاب
کیا اپنی قسمت کو آپ ہی خراب

---

[1] مسلم بن عقیل۔

جو بد عہد اور بے وفا ہے یہاں — وہ مردودِ کونین ہے بے گماں

کرے گا جو بد عہدیاں پے بہ پے — عذابِ جہنم ہے اُس کے لئے

تمنا ہے میری کہ وہ کارساز — مجھے جلد تم سے کرے بے نیاز

یہ کر کے بیاں اور آگے بڑھے — پھر اِس طرح تقریر کی آپ نے

خطبۂ پنجم

یہ دُنیا کہ ہے اِک طلسمِ خیال — بہر لحظہ اس کا دگر گوں ہے حال

یہ کیا صورتِ واقعہ ہو گئی — کہ ہر اِک کی حالت ہے بدلی ہوئی

زمانے کے انداز بے طور ہیں — تھے کل اور کچھ آج کچھ اور ہیں

لیا پھیر مُنھ مجھ سے دُنیا نے آج — نگاہوں میں اُس کی نہیں حق کی لاج

زمانہ حقیقت سے بے گانہ ہے — جسے دیکھو باطل کا دیوانہ ہے

ذرا چشمِ عبرت سے دیکھو تمھیں — بجز دُرد ساغر میں کچھ بھی نہیں

ہیں کیوں اِس پہ نازاں جوان اور پیر — ہے تھوڑی سی یہ زندگی حقیر

ہر اِک سمت خوف و خطر کا ہے زور — محیطِ زمانہ ہے باطل کا شور

ہیں دشواریاں آدمی کے لئے — اُسے ہولناکی ہے گھیرے ہوئے

جسے دیکھئے ہے وہ بے زارِ حق — نہیں ہے کوئی بھی طلب گارِ حق
نہیں امتیازِ حقّ و باطل ہیں آج — ہیں گمراہ سب راہِ منزل ہیں آج
زمانے کا بگڑا یہاں تک چلن — ہیں تائیدِ باطل میں سب ہی مگن
نہیں کوئی ایسا جو آگے بڑھے — اور اِس بڑھتے طوفان کو روک دے
سُنو آگئی ہے وہ منزل قریب — جہاں جاگتے ہیں وفا کے نصیب
رہِ حق میں مومن جیئے یا مَرے — لقائے الٰہی کی کوشش کرے
شہادت کا رتبہ بیاں کیا کروں — ہے کونین سے اِس کی عظمت فزوں
مجھے بھی شہادت کی ہے آرزو — سر اپنا کٹا کر میں ہوں سُرخرو
بتائیدِ ظلم و ستم زندگی — شریعت کے نزدیک ہے گمرہی
یہ سُن کر بیانِ صداقت مآب — زہیرِ[1] جواں نے دیا یوں جواب

زہیر ابن القین کا جواب

قسم حق کی ابنِ رسولؐ زماں — بلاشُبہ ہو تم امامِ جہاں
سُنی ہم نے سب گفتگو آپ کی — ہم اب ساتھ ہیں آپ کے باخوشی
یہ دُنیا اور اِس کا تجمّل تمام — ہو ملحق اگر با حیاتِ دوام

---

[1] ابنِ جریر۔ کامل۔

ہمیشہ کی دے کر کوئی زندگی — ہمیں اِس میں رکھے بصد خرّمی
تو ہرگز گوارا نہ ہوگا ہمیں — کہ اے شاہِ دیںؑ چھوڑ کر ہم تمھیں
کریں عیش و آرام کو اختیار — یہ ہم کرتے ہیں وعدۂ استوار
حمایت سے شام و سحر آپ کی — نہیں روک سکتا ہے ہم کو کوئی
ہو مرنا کہ جینا ہمارا حضور — ہے سب آپ ہی کے لئے بے قصور
اگر آپ کے ساتھ موت آگئی — تو سمجھیں گے اِس کو دوامی خوشی

حُر سے گفتگو

براہِ توکّل بہ عزمِ تمام — سفر میں تھے منزل بہ منزل امام
تھا حُر بن یزید آپ کا ہم قدم — وہ کہتا تھا گھبرا کے یوں دمبدم
جو حالات ہیں آپ انھیں دیکھئے — مِری بات سُنیئے خدا کے لئے
اگر نوبتِ جنگ آئی یہاں — تو قتل آپ ہو جائیں گے بے گماں
وہ لشکر جو کوفے میں تیّار ہے — قوی ہے، مسلح ہے، جرّار ہے
مناسب نہیں اُس سے جنگ و جدل — نہ اقدام اب کیجئے بے محل
سُنی حُر کی جب گفتگو آپ نے — غضبناک ہوئے اور کہنے لگے

اُرے بے ادب سُن بربِّ جہاں
ذرا بھی نہیں مجھ کو پروائے جاں

ڈراتا ہے کیوں موت سے تُو مجھے
ہے مرنا تو اِک کھیل میرے لئے

یہاں تک شقاوت تمھاری بڑھی[1]
ہو آمادۂ ظلمِ ناحق سبھی

مجھے قتل کرنے کو تیار ہو
بہر دم طلب گارِ پیکار ہو

میں حیران ہوں تم کو کیا دوں جواب
تمھاری ہر اِک بات ہے ناصواب

میں عہدِ نبوّت کا اِک واقعا
بتاتا ہوں تجھ کو اُسے سن ذرا

رسولِ خداؐ کے صحابی تھے ایک
بذوقِ وفا اور بکردارِ نیک

چلے جب وہ دشمن کو کرنے زبوں
تو بھائی نے اُن کے کہا اُن سے یُوں

مدد اور محمدؐ کی لازم تجھے
نہیں ہے ذرا غور سے سُن اِسے

اگر تُو نے امدادِ اسلام کی
تو میں قتل کر دوں گا تجھ کو ابھی

یہ دھمکی سُنی اُس مجاہد نے جب
کہا جوش میں آ کے "اے بے ادب"

سامضی وما بالموت عار علی الفتی[2]

اذا ما نوی خیرًا وجاھد مسلمًا

---

[1] انفرادی خطاب کے بعد یہاں صیغۂ جمع اِس لئے لایا گیا تاکہ حُر کی پوری جماعت اور کوفیوں کی طرف اشارہ ہو جائے۔ (الم)

[2] ابنِ جریر۔ کامل۔ عربی اشعار کا آزاد ترجمہ کیا گیا ہے۔

وآسی الرجال الصالحین بنفسہ
وخالف مبثورًا وفارق مجرمًا
فان عشت لم اندم وان مت لم الم
کفی بک ذلًا ان تعیش وترغما

میں جاتا ہوں ذلّت نہیں مرد کو — اگر جان دے وہ بطرزِ نکو
نہ ہو اُس کی نیّت میں بالکل فساد — کرے بہرِ تائیدِ حق وہ جہاد
وہ ہمدرد ہو نیک افراد کا — شریروں سے رکھے نہ کچھ واسطا
جو ظالم ہیں خلقِ خدا کے لئے — مخالف بہر حال اُن کا رہے
رہوں گر میں زندہ ندامت نہیں — جو مر جاؤں گا تو ملامت نہیں
بذلّت مگر یہ تری زندگی — ترے واسطے ہے سرافگندگی
یہی ہے تری گفتگو کا جواب — سُن اِس کو بدل اے حُرِ ناصواب
نہ پروائے سر ہے نہ پروائے جاں — بہ مرضئ یزداں ہوں ہیں شادماں

چار کوفیوں کی آمد

کیا آپ نے بڑھ کے اُس جا مقام — عذیب الہجانات ہے جس کا نام

یہ پانی کا چشمہ تھا آئینہ ساں | تھا آب اُس میں یا آبِ حیواں رواں
اُٹھا اِک طرف سے جو گردو غبار | نظر آئے آتے ہوئے کچھ سوار
وہ تھے چار کوفی، بسوئے امام | چلے آ رہے تھے لئے کچھ پیام
یہ اشعار طرماح[1] پڑھتے ہوئے | امامِ زماں کی طرف کو بڑھے

یا ناقتی لا تذعری من زجزی
وشمری قبل طلوع الفجر
بخیر رکبان وخیر سفر
حتی تحلی بہ کریم النجر
الماجد الحر رحیب الصدر
اتی بہ اللہ لنحر امر
ثمت ابقاہ بقا الدھر

نہ ڈر میری دھمکی سے اے اُونٹنی | تو قبلِ سحر چل بہ عزمِ قوی
جو ہے سب سے بہتر سفر اُس پہ چل | شریف النسب تک پہنچ بے خلل
جو ہے مقصدِ خوب اور بے عدیل | اُسی کے لئے اُس کو ربِ جلیل
لے آیا یہاں اور وہ ہے متقی | سخی بھی معزز بھی، آزاد بھی

---

[1] طرماح بن عدی۔

خدا اُس کو رکھے سلامت سدا
بڑھے زندگی اُس کی صبح و مسا

یہ اشعارِ طرماح سن کر امام
لگے کہنے اُس سے کہ اے نیک نام

مرا عزم نیکی کی تمہید ہے
اور حق سے بھلائی کی اُمید ہے

میں ہوں قتل اس رہ میں یا کامیاب
رہوں گا بہر طور عزت مآب

تھے طرماح سے آپ گرم کلام
کہ حُر نے کہا آپ سے اے امام

جو کوفے سے آئے ہیں چار آدمی
نہیں آپ کا اُن میں ساتھی کوئی

میں روکوں انھیں یا کہ واپس کروں
میں ان دونوں باتوں کا مختار ہوں

یہ چاروں ہیں کوفی اسی واسطے
مجھے اختیار اِن کا دے دیجئے

کہا آپ نے یہ تو ممکن نہیں
یہ چاروں ہیں ساتھی مرے بالیقیں

عبید[1] اللہ کے خط کا کر انتظار
تعرض نہ کر مجھ سے تو زینہار

یہ وعدہ ہے مجھ سے ترا یاد کر
نہ جب تک کہ آجائے کوئی خبر

کروں گا تعرض نہ میں کچھ ذرا
رہوں گا میں وعدے پر اپنے جما

تُو اب چھیڑ اِن سے کرے گا اگر
تو باندھوں گا لڑنے پہ میں بھی کمر

ابھی تیغِ بُرّاں سے میں لوں گا کام
زمیں خوں سے ہو جائے گی لالہ فام

---

[1] عبید اللہ ابنِ زیاد۔

بگڑتے ہوئے دیکھ کر ماجرا ہوا دم بخود حُر نہ پھر کچھ کہا

اہلِ کوفہ کی حالت

امامِ زماںؑ نے پھر اُن لوگوں سے کہا یہ بتاؤ ذرا تم مجھے
تمام اہلِ کوفہ کا ہے حال کیا حقیقت میں اُن کا ہے کیا مدّعا
وہ کیا چاہتے ہیں بتاؤ مجھے کہا اُن سبھوں نے یہ سُن لیجئے
ہیں سب غیر وہ اے امامِ ہدیٰ نہیں اُن میں ساتھی کوئی آپ کا
امیروں[1] کو دے دے کے رشوت بڑی بنالی مخالف نے بگڑی ہوئی
وہاں جس قدر ہیں امیر اور عوام ہیں دشمن سبھی آپ کے اے امامؑ
وہ قاصد[2] جو بھیجا تھا اِک آپ نے یہ سچ جانیئے دشمنوں نے اُسے
کیا قتل حالانکہ قاصد کہیں نہیں قتل ہوتے ہیں اے شاہِ دیںؑ
یہ سُن کر ہوا دل بہت بے قرار اور آنکھیں ہوئیں آپ کی اشکبار
بہ صبر و تحمل یہ کہنے لگے وہ ہوگا خدا کو جو منظور ہے
فنا بہرِ حق ہو چکے ہیں کئی کئی موت کے منتظر ہیں ابھی
رہِ حق میں ثابت قدم ہیں مگر ہے مرضیٔ یزداں پہ اُن کی نظر

---

[1] ابنِ جریر [2] قیس بن مسہر۔

ہمارے لئے اور اُن کے لئے — خدا راہِ فردوس کو کھول دے
ہمیں اور انھیں دے ثوابِ عظیم — ہوں ہم تاکہ دارالبقا میں مقیم
ثواب اور رحمت سے ہوں کامیاب — رہیں دونوں عالم میں عزت مآب

طرماح بن عدی کا مشورہ

شہادت سے قاصد کی ابنِ رسولؐ — بدل مضطرب اور بجاں تھے ملول
یہ کہتے تھے یاروں سے اپنے جناب — زمانے کی حالت ہے کتنی خراب
صداقت کا حامی نہیں کوئی بھی — ہے اہلِ وفا کی تبہ زندگی
سُنا یہ تو طرماح نے یوں کہا — مری اِک یہ ہے عرض سُنئے ذرا
یہاں آپ کا کوئی ساتھی نہیں — مخالف ہیں سب اے شہنشاہِؑ دیں
ہے دشمن کا ہر اِک طرف انتظام — جہاں دیکھو فوجوں کا ہے اژدہام
نواحئ کوفہ میں شاہِؑ زماں — ہے موجود اِک لشکرِ بے کراں
یہیں ہر طرف آپ کو دیکھئے — ہیں دشمن کی افواج گھیرے ہوئے
یہ جور و جفا اور یہ ظلم و ستم — اِسی واسطے ہیں خدا کی قسم
کہ تا قتل یہ آپ کو کر سکیں — مؤیّد حکومت کے بن کر رہیں

دلوں میں نہیں اُن کے خوفِ خدا — یہ محکومِ شیطاں ہیں صبح و مسا
مرے ساتھ چلیے خدا کے لئے — ہے سب کچھ مرا آپ کے واسطے
ہے جائے پناہ ایک کوہِ اجا — ٹھہرئیے وہاں چل کے کچھ دن ذرا
مناسب رہے گا وہاں کا قیام — کہ محفوظ ہے ہر طرح وہ مقام
نہیں دشمنوں کی یہ ہرگز مجال — کہ پہنچیں وہاں تک یہ خذلاں مآل
ہے موجود امداد ہر طرح کی — وہاں آپ حضرت چلیں تو سہی
بنی طے کے افراد ہیں بست ہزار — وہ سب آپ کے ہوں گے خدمتگزار
بہادر ہیں صادق ہیں اور باوفا — نہ وہ آپ کو دیں گے ہرگز دغا
لڑیں گے حمایت میں سب آپ کی — کریں گے نہ امداد میں کچھ کمی
شہِ دیں نے سُن کر یہ باتیں کہا — جزا اِس کی دے تم کو ربّ العُلا
مرا قلب طرماح خوش تجھ سے ہے — نہیں خوف دشمن کا ہرگز مجھے
میں راہِ صداقت میں ہوں گامزن — ہے کافی مجھے رحمتِ ذوالمنن
اِک عہد اُن کے اور میرے ہے درمیاں — میں ہوں اُس کا پابند اے خوش گماں
مواعید سے اپنے اور ہو گریز — کسی طرح ممکن نہیں اے عزیز
یہ جو کچھ بھی درپیش ہے واقعا — کہاں تک بڑھے گا کہوں اب میں کیا

فضیلتِ صدق و ایفائے عہد

حسینؑ ابنِ حیدرؑ کی یہ گفتگو — صداقت نما ہے بہ خلقِ نکو
یہی وہ فضیلت ہے جس پر مدام — رہا کرتا ہے دینِ حق کا قیام
بیاں کیا کروں عظمتیں صدق کی — لئے اِس امانت کو سمجھا ہر نبیؑ
یہ ہے منزلِ عشق میں رہنما — بتاتی ہے رستہ یہ فردوس کا
ہے صدقِ وفا جلوۂ زندگی — محبت کے سورج کی تابندگی
ہے ایفائے وعدہ وہ حُسنِ عمل — یقیناً ہے خُلدِ بریں جس کا پھل
وہ ہموزن ہے صدق اور عدل کے — دو عالم کی عظمت ہے اُسکے لئے
جو ایفائے وعدہ کا قائل نہیں — فضیلت کوئی اُس کو حاصل نہیں
وہ ہے جزوِ ایماں بربِّ ازل — شہِؑ دیں نے اِس واسطے برمحل
کیا ذکر اس کا بہ فیضِ سروش — سمجھ لیں اِسے تاکہ سب اہلِ ہوش

ایک خواب

بہ راہِ وفا آپ بڑھتے ہوئے — جو قصرِ مقاتل[1] سے چلنے لگے

[1] قصر بنی مقاتل۔

تو ہلکی سی نیند آپ کو آگئی　　ذرا آنکھ دم بھر کو یُوہنی لگی
تو اِک خواب دیکھا حقیقت نما　　اُٹھے چونک اور "اِنَّا لِلّٰہِ" پڑھا[1]
یہ سُن کر علی اکبرِ رضؓ خوش گہر　　لگے پوچھنے آپ سے اِے پدر
یہ کیوں اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا آپ نے　　مجھے بھی ذرا آپ بتلائیے
کہا خواب[2] میں دیکھا یہ ماجرا　　سوار ایک جاتا ہے کہتا ہوا
پیا پے چلے جاتے ہیں آدمی　　مگر اُن کے ہمراہ ہے موت بھی
میں سمجھا ہوں اِس سے یہی اے پسر　　ہمیں موت کی دی گئی ہے خبر
علی اکبرِ رضؓ نوجواں نے کہا　　ہے ارشاد ہر اِک بجا آپ کا
ہم اِس عزم میں حق پہ ہیں یا نہیں　　امامِؑ زماں نے کہا بالیقیں
ہم حق پر ہیں اور یہ ہمارا سفر　　رہِ اتقا میں ہے جانِ پدر
یہ سُن کر علی اکبرِ رضؓ مہ جبیں　　لگے کہنے حضرت سے اے شاہِ دیں
اگر حق پہ ہم ہیں تو پھر کیا ہے غم　　اُٹھائیں گے خوش ہو کے جور و ستم
ذرا بھی نہیں ہم کو خوفِ اجل　　قدم اپنا ہوگا ہر اِک برمحل

عبید اللہ ابنِ زیاد کا خط

سوار ہو کے گھوڑے پہ وقتِ سحر　　امامِؑ زماں نے اِدھر اور اُدھر

---

[1] آپنے انا للہ اور الحمد للہ تین مرتبہ پڑھا تھا (ابنِ جریر کامل) [2] ابنِ جریر شرح نہج البلاغت امالی سید مرتضیٰ۔

کئی اپنے اسوار پھیلا دیئے ‏ ‏ ‏ اور اِس طور سے آپ بڑھنے لگے

مگر حُر نے روکا بصد اور کہا ‏ ‏ ‏ مناسب نہیں اِس طرح پھیلنا

بہت کشمکش باہم ہوتی رہی ‏ ‏ ‏ ہوئی رد کد گفتگو بڑھ گئی

اُٹھا ایک جانب سے گرد و غبار ‏ ‏ ‏ نظر آیا آتا ہوا اِک سوار

بڑھا جانبِ حُر وہ تھا نامہ بر ‏ ‏ ‏ مُسلّح بہ تیغ و کماں سر بسر

دیا اُس نے خط حُر کو کر کے سلام ‏ ‏ ‏ لیا اور پڑھا حُر نے اُس کو تمام

یہ تھا اُس میں از طرف ابنِ زیاد ‏ ‏ ‏ جہاں تک بھی ہو تجھ سے اے بامُراد

حسینؑ ابنِ حیدر کو تُو گھیر لے ‏ ‏ ‏ رہِ امن پر اُن کو چلنے نہ دے

کسی قلعہ یا جائے شاداب پر ‏ ‏ ‏ نہ ٹھہریں وہ رکھنا یہ مدِّ نظر

رہیں اُن کے خیمے وہاں اے عزیز ‏ ‏ ‏ نہ آرام کی ہو جہاں کوئی چیز

نہ جلائے پنہ اور نہ پانی نہ گھاس ‏ ‏ ‏ بہر طور بے بس رہیں اور اُداس

یہ مضمونِ خط پڑھ کے حُر نے تمام ‏ ‏ ‏ کہا سُنیئے اے شاہؑ عالی مقام

میں اب حُکمِ حاکم سے مجبور ہوں ‏ ‏ ‏ کہوں کیا کہ ہر طرح معذور ہوں

جو میداں کہ چٹیل ہو بے آب ہو ‏ ‏ ‏ وہیں ٹھہرنے دوں گا میں آپ کو

کسی جائے سرسبز و شاداب پر ‏ ‏ ‏ نہیں آپ کا ہو سکے گا گزر

زہیرؓ ابن قیں نے یہ سب ماجرا | جو دیکھا تو حضرت سے بڑھ کر کہا

ستم بڑھ گیا اپنی حد سے فزوں | تو کیا اب بھی لازم نہیں کُشت و خوں

یہ بہتر ہے ہو جائیں تیغ آزما | نتیجہ جو ہونا ہے ہو جائے گا

نہیں جنگ کرنے سے ہم کو گریز | مناسب یہ ہے اب ہوں گرمِ ستیز

اگر ہوں گی اِس وقت تیغیں عَلم | اُٹھا لیں گے نیزوں پہ اِن سب کو ہم

یہ ہے واقعہ اے امامِؑ زماں | ہے کوفے میں موجود فوجِ گراں

وہ ہے واقعی فوجِ حرُ سے فزوں | بآسانی ہم سے نہ ہو گی زبوں

بس اب حملہ کر کے یہیں بے دریغ | پلا دیں ہم اِن سب کو زہرابِ تیغ

کہا سُن کے حضرت نے اے مہرباں | بلاشک ہے کوفے میں فوجِ گراں

یہ ہیں اُس سے کم اور وہ ہے زیاد | مگر میں نہ ہوں گا بنائے فساد

نہ رکھوں گا بنیاد میں جنگ کی | نہ راہِ غلط پر چلوں گا کبھی

انھوں نے کہی پھر یہ حضرت سے بات | یہاں ایک قریہ ہے نزدِ فرات

وہاں چل کے ہو جائیے خیمہ زن | مناسب یہ ہے اے امامِؑ زمن

کہا آپ نے کیا ہے اِس دہ کا نام | کہا کرتے ہیں اِس کو کیا خاص و عام

زہیر ابنِ قیں نے دیا یہ جواب | اِسے عُقر[1] کہتے ہیں سب اے جناب

---

[1] ابنِ جریر۔ کامل ۲۵ بے ثمر ہونا یا کاٹنا۔

یہ سُن کر امامؑ زماں چپ ہوئے — منغّض ہوئے پھر یہ کہنے لگے

بچانا مجھے عقر سے اے خدا — رہے مجھ پہ سایہ ترے فضل کا

کربلا[1] میں وُرود

قریبِ فرات ایک ویراں مقام — نظر آیا تھا کربلا جس کا نام

نہ پانی نہ سایہ نہ سبزہ وہاں — فقط موجزن اُس میں ریگِ رواں

تھا صحرائے وحشت اثر لق و دق — جسے دیکھ ہو دیو کا سینہ شق

کیا حُر نے حضرت سے بڑھ کر خطاب — یہاں سے اب آگے نہ بڑھئے جناب

اِسی دشتِ بے آب میں ٹھہریئے — یہیں اپنے خیمے نصب کیجئے

امامِؑ زماں بادلِ مستقیم — ہوئے اِس زمینِ ستم پر مقیم

احبا سے پھر آپ نے یوں کہا — کہ ٹھہریں یہاں سب بہ امرِ قضا

زمیں ہے یہ کرب[2] و بلا کا مقام — یہاں ہر مصیبت کا ہے اہتمام

حقیقت میں ہے مرکزِ امتحاں — یہاں جوہرِ عشق ہو گا عیاں

بہے گا یہاں خوں پئے نام و ننگ — لڑی جائے گی حق و باطل کی جنگ

---

[1] دینوری لکھتے ہیں حضرت حسینؑ یکم محرم روز چہار شنبہ ۶۱ھ کو کربلا پہنچے۔ مگر ابن جریر اور ابن اثیر ۲ محرم روز پنجشنبہ ۶۱ھ لکھتے ہیں۔ [2] الامامت والسیاست۔

عمر بن سعد کی آمد

بروزِ دوم جب بوقتِ سحر   سرِ چرخ سورج ہوا جلوہ گر

تو بڑھ کر شعاعوں نے اُس کی کہا   حسینی جوانوں کو صد مرحبا

امامؑ اور احبا تمام آپ کے   نظامِ ضروری میں مصروف تھے

کوئی کھینچتا تھا طنابِ خیام   کوئی صاف کرتا تھا تیغ و نیام

کوئی محوِ تکبیر و تہلیل تھا   کسی کی زباں پر تھا شکرِ خدا

امامِؑ زماںؑ بادلِ حق نگر   اُٹھاتے تھے جس سمت اپنی نظر

تو ہر ذرۂ دشت بعدِ سلام   شہادت کا دیتا تھا اُن کو پیام

بتائید و تسکین ذوقِ خودی[1]   بدِل مطمئن آپ تھے ہر گھڑی

یہ کہتے تھے یاروں سے باصد یقیں   یہاں سے ہے نزدیک خلدِ بریں

بہت جلد ہم سب وہاں جائیں گے   ہر اک نعمتِ جاوداں پائیں گے

بہ شوق و تمنائے دار السلام   تھے احباب بھی آپ کے شادکام

بڑھی جب ذرا اور گرمیٔ روز   بلند ہو گیا مہرِ عالم فروز

تو کوفے کی جانب سے فوجِ گراں   نظر آئی آتی ہوئی بے گماں

---

[1] خود اعتمادی و خود شناسی۔

بدشتِ بلا بڑھ کے داخل ہوئی — تھی کالی گھٹا ہر طرف چھا گئی
دہلنے لگے خوف سے کوہ و راغ — پریشاں ہوا آسماں کا دماغ
عمر ابنِ سعد اس کا سردار تھا — سپاہی ہر اک اُس میں جرّار تھا
اسی فوجِ کوفہ سے حُر کی بھی فوج — ملی جیسے مل جائے موجوں سے موج
چمکتی تھیں لشکر میں تیغ و سناں — تھی یا رقص میں موجِ برقِ تپاں
ہوا لشکرِ کوفیاں خیمہ زن — اُدھر اہلِ دیں اور شاہِ زمنؑ
بہت مطمئن تھے بہت بے نیاز — وفا آشنا اور شریعت نواز
اگرچہ نڈر تھے وہ نصرت قریں — مگر خوفِ حق دل میں تھا جاگزیں
بتائیدِ حق وہ کہ جتنے بھی تھے — بہم مل کے آپس میں کہنے لگے
ذرا بھی ہمیں خوفِ دشمن نہیں — بڑھیں گے لڑیں گے بتائیدِ دیں
رہِ حق سے ہم کو ہٹائے گا کون — وجودِ صداقت مٹائے گا کون
سمجھتے ہیں دیو کو ہم مثلِ مور — ہے کیا سامنے حق کے باطل کا زور
یہ انبوہ ، یہ لشکرِ دشمناں — یہ بھالے یہ خنجر یہ تیغ و سناں
کچھ اپنی نگاہوں میں جچتے نہیں — کہ ہم سب ہیں خدّامِ دینِ مبیں
ہے فضلِ خدا پر ہماری نظر — ہمیں کیا ہو باطل کا خوف و خطر

عمر[1] نے جو دیکھا اُٹھا کر نگاہ — تو آئی نظر اُس کو وہ بارگاہ
فلک جھک کے کرتا تھا سجدے جسے — تھے بے پردہ جلوے جہاں طور کے
تھے چھوٹے بڑے سب وہاں بے بدل — مجسّم تھے تصویرِ حُسنِ ازل
ہر اک اُن میں طفل و ضعیف و جواں — جسے دیکھیئے تھا شجاعت نشاں
کہا اُس نے دل میں بصد فکر و غور — لڑائی اور اُن سے یہ ہے ظلم و جور
مناسب نہیں اِن سے جنگ و جدل — یہ ہے ایک گمراہیٔ مستقل
کروں صلح اُن سے مناسب یہ ہے — کہ تا دونوں عالم میں عزّت رہے
عمر کا تھا پہلے ہی سے یہ خیال — اِس اقدامِ بد کا بُرا ہے مآل
جہاں تک ہو اِس جنگ سے وہ بچے — عداوت سے حق کی علیحدہ رہے
مگر حرصِ دولت اور حاکم کا ڈر — لے آئے اُسے تا مقامِ سقر
یہ کہتا ہے راوی بہ سوئے امامؑ — بہ تعظیم اُس نے یہ بھیجا پیام
یہاں آپ تشریف کیوں لائے ہیں — ارادہ ہے کیا کس لئے آئے ہیں
دیا شاہِ دیں نے وہی پھر جواب — جو حُر کو دیا تھا زراہِ صواب
بُلایا گیا ہوں خود آیا نہیں — اگر میری آمد گوارا نہیں
تو میں لوٹ جانے کو تیار ہوں — اور اِس کے سوا کیا میں تم سے کہوں

---

[1] عمر بن سعد۔

عمر سُن کے اِس بات کو خوش ہوا | وہ سمجھا یہ قصّہ نمٹ جائے گا
اور اِس امتحاں سے مری زندگی | ہے امید مجھ کو کہ بچ جائے گی

ابن زیاد کی سختی

لکھا اُس نے خط سوئے ابنِ زیاد | یقیں ہے کہ برپا نہ ہوگا فساد
حسینؑ اِس پہ تیار ہیں باخوشی | مدینے کو وہ لوٹ جائیں ابھی
یہ صورت ہے عمدہ کریں آپ غور | یونہی صلح ہو تو یہ اچھے ہیں طور
عمر کا یہ خط پڑھ کے ابنِ زیاد | ہوا سخت برہم بہ بغض و عناد
لگا کہنے بے ہودہ از راہِ کیں | مری زد سے اب وہ بچیں گے نہیں
حسینؑ آ گئے اب مرے جال میں | نہ چھوڑوں گا اُن کو کسی حال میں
بچیں اب وہ مجھ سے یہ ممکن نہیں | کئے جائیں گے قتل در دشتِ کیں
عمر کو پھر اُس نے لکھا یہ بہ فور | پڑھو جو میں لکھتا ہوں اُس کو بغور
مرے حکم کی تم اطاعت کرو | حسینؑ ابنِ حیدرؓ سے اب یہ کہو

۱؎ حسان ابن قائد عبسی کہتا ہے کہ میں ابنِ زیاد کے پاس دربار میں تھا جب ابن سعد کا یہ خط پہنچا۔ اُس نے خط کا مضمون پڑھ کر یہ شعر برجستہ پڑھا۔ الآن اذ علقت مخالبنا بہ ٭ یرجو النجاۃ ولات حین مناص
اب ہمارے پنجے میں پھنس کر حسین نکل جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اب رہائی معلوم۔

یزیدِ معاویہ کی دل سے اب
وہ بیعت کریں اُن کے ساتھی بھی سب

اِسی طرح بیعت پہ تیار ہوں
کہ تا صلح کے پیدا آثار ہوں

نہ راضی ہوں بیعت پہ وہ سب اگر
تو اُن سے کرو جنگ تم بے خطر

مٹا دو کرو نسل کو اُن کی گُم
بہا دو زمیں پر لہو اُن کا تم

کنارہ بھی دریا کا مسدُود ہو
نہ اِک بُوند پانی کی تم اُن کو دو

پیاسے بہر لمحہ تڑپیں وہ سب
مریں ہو کے بے چارہ و تشنہ لب

بنِ زیاد نے لکھ کے یہ زود تر
بالآخر دیا بھیج نزدِ عمر

پڑھی اُس نے تحریرِ ابنِ زیاد
سراپا تھی جو شرحِ ظلم و فساد

اگرچہ وہ راضی نہ تھا جنگ پر
مگر دل پہ غالب تھا حاکم کا ڈر

حکومت کا "رے" کی تھا اُسکو خیال
وہ سمجھا اُسے دولتِ بے زوال

دیا حکم اُس نے سپاہی بڑھیں
کنارے کو دریا کے یوں روک لیں

حسینی جواں کوئی آنے نہ پائے
ذرا پاس دریا کے جانے نہ پائے

یہ سُنتے ہی اِک فوج آگے بڑھی
کنارے پہ دریا کے یوں چھا گئی

کوئی جیسے ابرِ سیاہی فروز
چُھپا لے کہیں بڑھ کے رُخسارِ روز

عمر بن سعد[١] سے بالمواجہہ گفتگو

امامِ زماں کی نگاہوں سے بھی | نہ تھی بات دشمن کی کوئی چھپی
تھا اعلانِ حق مدّعا آپ کا | زباں پر تھا ہر لمحہ شکرِ خدا
ملاقات کا آپ نے اہتمام | کیا اور عمر کو دیا یہ پیام
کہ تنہائی میں مجھ سے آکر ملے | کہے اپنی اور کچھ وہ میری سنے
کوئی راہ ایسی ہو پیدا اگر | نہ ہو جنگ و پیکار باہم دگر
تو یہ بات بہتر ہے سب کے لئے | عمر سن کے یہ آملا آپ سے
تھی دونوں ہی کو صلح کی جستجو | بہت دیر باہم رہی گفتگو
مگر کوئی صورت نہ پیدا ہوئی | ہر اک بات پیہم الجھتی رہی
امامِ زماں نے بالآخر کہا | یہ شرطیں ہیں میری انہیں سن ذرا
نہیں میری خواہش کہ جھگڑا کروں | یہاں سے میں جانے کو تیار ہوں
سوئے مکّہ میں جاؤں گا لوٹ کر | نہیں تم کو منظور یہ بھی اگر
تو پھر دوسری شرط ہے یہ مری | گزاروں کسی اور جا زندگی
حکومت ہو اسلامیوں کی جہاں | الگ سب سے ہو کر رہوں میں وہاں

١؎ ابنِ جریر

جو یہ بات بھی تم نہیں مانتے — تو حاکم[۱] سے ملنے دو تم پھر مجھے
یزید اور میں مل کے باہم دِگر — نزاعات پر اپنے ڈالیں نظر
عمر نے شرائط یہ سُن کر تمام — لکھا نامہ والیٔ کوفہ کے نام

نامۂ عمر بن سعد بنامِ ابن زیاد

خدا کی عنایت سے اے سرفراز — ہوا بند تھا جو درِ فتنہ باز
یقیں ہو گیا صلح ہو جائے گی — غلط فہمی بڑھنے نہ اب پائے گی
ہویدا ہوئی صورتِ اتّفاق — دلوں میں نہ باقی رہے گا نفاق
بہ فکر و نظر دیکھئے گا ذرا — بہت صاف یہ مسئلہ ہو گیا
حسینؑ ابنِ حیدرؑ کی شرطیں تمام — مناسب ہیں معقول ہیں لاکلام
تمھاری بھلائی اِسی میں ہے اب — اِنھیں مان لو اور کرو شکرِ رب
ہوا خوش یہ خط پڑھ کے ابنِ زیاد — لگا کہنے اب مٹ گیا سب فساد
عمر نے کیا جو کچھ اچھا کیا — یہی تھا یہی وقت کا مقتضا
شرائط حسینؑ ابنِ حیدرؑ کی سب — مناسب ہیں منظور ہیں مجھ کو اب
مگر شمر اِس پر نہ راضی ہوا — بنِ زیاد کو یہ دیا مشورا

---

[۱] یزید بن معاویہؓ۔

حسینؑ اپنے قبضے میں ہیں اِس گھڑی ۔۔۔ اُنھیں چھوڑ دینا ہے بے دانشی

یہ موقع ہے اِس کو نہ دے ہاتھ سے ۔۔۔ ذرا عقل و تدبیر سے کام لے

نہ جب تک اطاعت کریں وہ تری ۔۔۔ نہ چھوڑ اُن کو تُو اس میں ہے بہتری

اگر قوّت و زور وہ پائیں گے ۔۔۔ تو ہاتھوں سے تیرے نکل جائیں گے

وہ پاتے ہی امداد ہوں گے دلیر ۔۔۔ کوئی کر سکے گا نہ پھر اُن کو زیر

میں ہوں دوست تیرا مخالف نہیں ۔۔۔ بنی بات تیری نہ بگڑے کہیں

حسینؑ اور عمر مل کے سرگوشیاں ۔۔۔ کئے جا رہے ہیں مسلسل وہاں

ہویدا ہے مجھ پر سراسر یہ راز ۔۔۔ عمر کر گیا ابنِ حیدرؑ سے ساز

سُنی اُس نے جب شمر کی گفتگو ۔۔۔ تو جھلّا کے کہنے لگا تُند خو

مناسب ہے بالکل ترا مشورا ۔۔۔ کروں گا وہی جو کہ تُو نے کہا

ابنِ زیاد کا جواب

عمر کو لکھا اُس نے خط کا جواب ۔۔۔ بہ غیظ و غضب اور بہ طیش و عتاب

یہ اچھّی طرح تجھ کو معلوم ہے ۔۔۔ کہ تُو ہر طرح میرا محکوم ہے

میں جو کچھ کہوں اُس کی تعمیل کر ۔۔۔ یہ کہہ ابنِ حیدرؑ سے تُو بے خطر

۱؎ ابنِ جریر۔ کامل۔ ابنِ اثیر۔

کہ پہلے وہ میری اطاعت کریں
بہر طور میرے مؤیّد نہیں

احبّا، اعزّہ بھی اُن کے سبھی
اطاعت کریں میرے احکام کی

انھیں سب کو تُو لے کے آ میرے پاس
نہ راضی ہوں اس پر تو پھر بے ہراس

تُو کر جنگ اُن سے پئے نام و ننگ
دکھا دے شجاعت بہ میدانِ جنگ

بہا دے لہو اُن کا تُو بے دریغ
چلے سر پہ ہر اک کے برندہ تیغ

پس از قتل اُن سب کی لاشوں کو بھی
کچل ڈال اِس میں نہ ہو کوتہی

وہ سب لائقِ ذبح ہیں بے گماں
کسی کو بھی اُن میں نہ دے تُو اماں

حسینؑ ابنِ حیدرؓ کے لاشے کو یوں
پسِ قتل کر دینا بالکل زبوں

ہو گھوڑوں کی ٹاپوں سے لاش اُن کی چُور
یہ کرنا ہے سب کچھ تجھے بالضرور

اگر یہ مرا حکم بر لائے گا
بہت مجھ سے انعام تُو پائے گا

نہ کی تُو نے تعمیلِ احکام گر
تو پہنچے گا تجھ کو یقیناً ضرر

میں کر دوں گا معزول تجھ کو ضرور
سمجھ بات کو گر ہے تُو با شعور

یہ خط شمر کو دیکے پھر یوں کہا
تُو لے جا اِسے اور وہاں دیکھنا

عمر کا ارادہ ہے کیا واقعی
ہے خواہش اُسے صلح یا جنگ کی

اگر وہ نہ آمادہ ہو جنگ پر
تو اُس کو ہٹا دینا تُو بے خطر

تصرف میں اپنے تو خود لے کے فوج
پئے جنگ بڑھ جانا ہمرنگِ موج

شجاعت دکھانا بمیدان کیں
کہ ہو خونِ دشمن سے رنگیں زمیں

حسینؑ ابنِ حیدرؓ کا سر کاٹ کر
مرے پاس تو بھیجنا بے خطر

یہ نامہ بن زیاد کا شمر نے
لیا ہاتھ میں اور چلا تیز پے

بہت جلد پہنچا وہ نزدِ عمر
کہا نامہ دے کر کہ اے بے خبر

نہیں لڑنا منظور ہے گر تجھے
پئے جنگ بڑھنے دے آگے مجھے

دے ہاتھوں میں میرے عناں فوج کی
کروں دشمنوں کو زبوں میں ابھی

عمر نے جو دیکھا کہ بگڑا ہے رنگ
تو آمادہ وہ ہو گیا بہرِ جنگ

بہت خوفِ حاکم سے گھبرا گیا
اور عزلِ ریاست کا خطرہ بڑھا

کہا اس نے شمرِ ستمگر سے یوں
پئے جنگ میں خود ہی تیار ہوں

ذرا دیکھنا تو یہ ہنگامِ جنگ
میں لڑتا ہوں کیونکر پئے نام و ننگ

غلبۂ نفس

سمجھتے ہیں اس کو جو ہیں اہلِ دیں
صداقت پہ رہنا کچھ آساں نہیں

دباتا ہے انساں کو یہ نفسِ دوں
کچھ اس طرح کرتا ہے اس کو زبوں

که ہر حال میں باوجودِ یقیں — وہ کرتا ہے تائیدِ نفسِ لعیں

ضمیر اُس کا کرتا نہیں رہبری — اُبھرتا ہے ہر جذبۂ گمُرہی

صداقت کا احساس ہوتا ہے فوت — کہ دم اُس کا ہر دم ہے پیغامِ موت

وہ جذبہ کہ وجدان ہے جس کا نام — نہیں اپنی قوّت سے لیتا ہے کام

سمجھتا ہے شر مقصدِ خیر کو — حرم جانتا ہے ہر اک دیر کو

مطیعِ شر ہوتا ہے جس دم شعور — تو رہتا ہے ہر خیر سے دُور دُور

بعرفاں مگر جو بھی ہے کامیاب — وہ ہے گامزن بر رہِ باصواب

اُسے نفسِ دوں پر ہے غلبہ نصیب — وہ ہے بزمِ جاناں سے ہر دم قریب

عمر تھا گرفتارِ صد حرص و آز — تو ہوتا وہ کس طرح پھر پاکباز

فوج کی ابتدائی حرکت

یہ کہتا ہے راویِ صادق بیاں — کہ بعدِ عصر کے سب وہ فوجِ گراں

بحکمِ عمر آکے میدان میں — صف آرا ہوئی آن کی آن میں

تو حضرت نے عباس رضؓ سے یوں کہا — بڑھو اور تم اُن سے پوچھو ذرا

پئے جنگ کیا سب یہ تیار ہیں — باعلان جو کچھ ہے کرنا کہیں

گئے بڑھ کے عباسؓ پھر اُس طرف
تھیں فوجیں عمر کی جہاں صف بصف

تھے بیسؓ آپ کے ساتھ جنگی جواں
لئے اپنے ہاتھوں میں تیغ و سناں

یہ پوچھا عمر سے ہو کیا چاہتے
ارادہ ہے کیا صاف بتلائیے

کہا اُس نے آمادۂ جنگ ہوں
بہے گا زمیں پر جو انوں کا خوں

بنِ زیاد نے جو بھی کچھ تھا لکھا
دیا اُس نے عباسؓ کو سب بتا

ہوئے واپس عباسؓ میدان سے
اور اس طرح حضرت سے کہنے لگے

پئے جنگ تیار ہیں دشمناں
نہیں چاہتے صلح وہ بدگماں

ارادہ بنِ زیاد کا ہے ذلیل
صفائی کی کوئی نہیں اب سبیل

بس اب آپ بھی اب خدا کے لئے
ہمیں جنگ کا حکم دے دیجئے

طرفین کے بعض آدمیوں کی گفتگو

حبیبؓ[1] مظاہرؓ نے یہ دیکھ کر
کہ آمادۂ جنگ ہیں اہلِ شر

کہا بڑھ کے آگے کہ اے غافلو
نہ تم مستحقِ جہنم بنو

سرِ حشر ہوں گے وہ خوار و ذلیل
نہیں جن کو خوفِ خدائے جلیل

پئے قتلِ اولادِ خیر البشرؐ
ہو تیار دل میں نہیں حق کا ڈر

---

[1] حبیبؓ ابن مظاہر۔

تہجد گزاروں کے خوں سے زمیں
کریں گے جو رنگیں وہ ہیں خصمِ دیں

اُنھیں داورِ حشر دے گا عذاب
نہ پائیں گے مہلت ذرا ناصواب

یہ سُنکر بڑھا عروہ[1] بدگماں
اور اس طرح کہنے لگا بدزباں

کرو خوب تم اپنی مدح و ثنا
تمھاری نہیں ہم کو پروا ذرا

کیئے جاؤ اعلانِ پاکی ضرور
رہو کھینچتے اپنے رتبوں کو دور

زہیر ابنِ قینؓ نے یہ سُن کر کہا
یہ کہتا ہے کیا اے عدوئے خدا

یہ وہ نفس ہیں کچھ خبر ہے تجھے
جنھیں کر دیا پاک اللہ نے

یہ راہِ ہدایت پہ ہیں گامزن
کرم حق کا ہے اِن پہ سایہ فگن

عذابِ الٰہی سے کر خوف تو
نہ اِن پاک نفسوں سے ہو رزم جو

جفاؤ ستم کے نتیجوں سے ڈر
نہ تو قتل پر باندھ اِن کے کمر

کہا سُن کے عروہ نے باپیچ و تاب
سمجھ کر مری بات کا دے جواب

تو کل تک ذرا اِن کا حامی نہ تھا
اور آج اُن کی اُلفت میں گم ہو گیا

تھا حامیوں میں حضرت عثمانؓ کے
کہا ہاں یہ سچ ہے ذرا سُن تو لے

حسینؑ ابنِ حیدرؑ کو نامہ کوئی
نہ لکھ کر میں اُن سے ہوا ملتجی

نہ بھیجا کوئی قاصد اُن کے حضور
سفر نے اُنھیں اور مجھے بالضرور

---

[1] عروہ بن قیس۔

کیا جمع باہم بحکمِ خدا
اُنھیں دیکھتے ہی کہوں تجھسے کیا

رسولِ خدا آہ یاد آ گئے
تصوّر میں میرے وہ پھرنے لگے

محبّت جو شبّیرؑ سے اُن کو تھی
مجھے پے بہ پے یاد آنے لگی

مِرے دل میں اُن کی محبّت کا جوش
ہوا موجزن آ گیا مجھ کو ہوش

ارادہ ہے اب یہ مِرا بے درنگ
کروں گا مدد اُن کی میں وقتِ جنگ

خدا اور محمّدؐ کے حق کی میں اب
کروں گا حفاظت بہ توفیقِ رب

وہ حق جس کو تم نے دیا ہے بھُلا
وہ اے عروہ اب حرزِ جاں ہے مِرا

میں اُس حق کی تائید میں بے قصوُر
مٹاؤں گا ہستی کو اپنی ضرور

ایک شب کی مہلت

یہ معلوم حضرتؑ کو جب ہو گیا
کہ ہے کیا ابنِ زیاد کا مدّعا

تو فرمایا عبّاسؓ سے اے اخی[1]
کہو اُن سے مہلت دیں وہ آج کی

جواب اُن کو کل صبح دیدیں گے ہم
جو پیش آئے گی اُس کو سہہ لیں گے ہم

رہیں رات بھر تا کہ وقفِ سجوُد
ہوں ہر لحظہ گرمِ صلواۃ و درود

سحر تک عبادت میں اُس کی رہیں
دُعائیں کریں اور نمازیں پڑھیں

---

[1] ابنِ جریر۔ یعقوبی

یقیناً ہے آگاہ وہ بیچگوں — میں اُس کی عبادت کا دلدادہ ہوں
میں پڑھتا ہوں ہر لحظہ اُسکی کتاب — مِرا حرزِ جاں ہے یہ کارِ ثواب
زباں میری رہتی ہے گرمِ دُعا — طلب گارِ بخشش ہوں صبح و مسا
عمر سے کہا جا کے عباسؑ نے — کہ اِک شب کی مہلت ہمیں چاہیئے
جو ہونا ہے ہو جائے گا کل ضرور — رہیں گے ہم اِس رات پیشِ غفور
یہ سُن کر عمر سعد میدان سے — ہٹا اور گیا اپنی فوجوں کو لے

خطبۂ حسینؑ اور وفاداریٔ اصحاب

یہ اہلِ تواریخ کا ہے بیاں — ہٹی جب کہ میداں سے فوجِ گراں
کیئے جمع اصحاب حضرتؑ نے سب — اور اِس طرح تقریر کی وقتِ شب
میں کرتا ہوں خالق کی حمد و ثنا — تصرف میں ہیں جس کے ارض و سما
وہی ہے محیطِ زمان و مکاں — بہر لحظہ دارندۂ دو جہاں
دہ ہو عیش و راحت کہ رنج و عنا — میں کرتا ہوں شکر اُس کا ہر دم ادا
الٰہی ترا شُکر ہے بار بار — ہیں مرزوق ہم تُو ہے پروردگار
تُو ہے راز آگاہِ ہر دو جہاں — کیا گھر ہمارا نبوت نشاں

نبوّت کی دولت سے اے بے نیاز
مشرّف کیا ہم کو اور سرفراز

یہ تیری عنایت ہے کتنی بڑی
ہمیں فہمِ قرآں کی عزّت بھی دی

حقائق جو ہیں دینِ اسلام کے
کرم سے ترے ہم پہ روشن ہوئے

ہمیں دینِ برحق کا بخشا شعور
یہ ہے تیرا احسان ربِّ غفور

دیئے ہم کو گوشِ حقیقت نیوش
سُنا جن سے ہم نے پیامِ سروش

ہمیں بخش دی چشمِ عبرت اثر
ہے جلووں پہ تیرے ہماری نظر

ہیں عرفان و دانش کی جو قوّتیں
عطا کیں ترے فضل نے سب ہمیں

ادا کر کے اِس طرح حمد و ثنا
پھر اصحاب کو یوں مخاطب کیا

میں اے لوگو! آگاہ اِس سے نہیں
کہیں اور کسی جا بروئے زمیں

مِرے ساتھیوں سے ہوں افضل بشر
شریعت کے پابند اور حق نگر

بہر لحظہ تم میرے غم خوار ہو
مددگار ہو اور وفادار ہو

تم اب تک رہے سب مِرے غم گُسار
وفا کیش و ہمدرد اور جاں نثار

اور اے وہ کہ جو ہیں مِرے اقربا
تمھاری محبّت کو صد مرحبا

نہیں تم سے بڑھ کر کوئی نیک ذات
فزوں ہیں بیاں سے تمھارے صفات

مِری خیر خواہی مِری دلدہی
رہی تم کو مدِّ نظر ہر گھڑی

مری ربِّ اکبر سے ہے یہ دُعا — تمھیں دے وہ اِن خدمتوں کی جزا

تمھیں اپنی رحمت سے ربِّ کریم — دو عالم میں بخشے ثوابِ عظیم

میں ظاہر کئے دیتا ہوں بر ملا — مِرا قتل دشمن کا ہے مدّعا

مرے خوں کی پیاسی ہے فوجِ گراں — ہے منظورِ حق کو مِرا امتحاں

یہاں ہو گا کل گرم میدانِ جنگ — چلیں گے ہر اِک سمت تیر و تفنگ

جو ہونا ہے ہو جائے گا فیصلا — بصد غور میں نے یہ ہے طے کیا

جہاں جانا چاہو چلے جاؤ سب — یہ ممکن اندھیرے میں ہے وقتِ شب

اندھیرے میں موقع ہے دیکھو تمھیں — نظر ہاتھ کو ہاتھ آتا نہیں

شکایت کسی کی کروں گا نہ میں — ذرا بھی خفا تم سے ہوں گا نہ میں

اجازت ہے میری چلے جاؤ تم — میں راضی ہوں خوش ہوں نہ شرماؤ تم

احبّا اعزّہ نے جب آپ کے — سُنا یہ تو وہ سخت مضطر ہوئے

پریشان و حیران و مضطر تھے سب — مگر پھر سنبھل کر بہ تائیدِ رب

بہ جوشِ محبّت ہر اِک نے کہا — یہ ممکن نہیں اے امامِؑ ہدیٰ

چلے جائیں ہم چھوڑ کر آپ کو — سب حاضر ہیں خدمت کو جو ہو سو ہو

فدایانہ سب کے ارادے ہوئے — اور اِس طرح تقریر کی بعض نے

حضرتِ عباسؓ کی تقریر

[۱] لگے کہنے عباسؓ جنگی جواں ‏ دیں ہم چھوڑ تنہا تمھیں کیوں یہاں
رہیں آپ کے بعد زندہ اور ہم ‏ یہ ممکن نہیں ہے خدا کی قسم
نہ اللہ وہ دن دکھلائے ہمیں ‏ کہ ہم آپ کے بعد جیتے رہیں
ہمارے تنوں میں ہے جبتک کہ جاں ‏ معاون ہیں ہم آپ کے ہر زماں
ذرا بھی ہمیں خوفِ دشمن نہیں ‏ غلامِ شہِؑ دیں ہیں ہم بالیقیں
بہر حال ساتھی ہیں ہم آپ کے ‏ ہٹیں گے نہ بر وقت میدان سے

اولادِ عقیلؓ کی تقریر

امامِ ہدیٰ سے بہ جوشِ وفا ‏ اعزّہ نے مسلم کے اُٹھ کر کہا
اگر ساتھ ہم آپ کا چھوڑ دیں ‏ توکل کیا کہے گا زمانہ ہمیں
ہمیں طعنہ دیں گے سب اہلِ وفا ‏ کہیں گے یہ ہیں وہ جفا آشنا
جو شیخ اور سردار کو اپنے چھوڑ ‏ گئے بھاگ میدان سے مُنھ کو موڑ
اعزّہ کی اپنے نہ امداد کی ‏ دیا چھوڑ اُن کو زہے بے حسی

---

[۱] ابنِ جریر۔ کامل۔ شرح نہج البلاغت۔

نہ پھینکا کوئی تیر وقتِ ستیز
نہ نیزہ چلایا نہ شمشیرِ تیز

نہیں ہم سے ہرگز یہ ہوگا کبھی
رفاقت کو ہم چھوڑ دیں آپ کی

کریں گے فدا آپ پر جان و مال
لٹا دیں گے جو کچھ ہے بے قیل و قال

لڑیں گے کٹیں گے مریں گے ضرور
معیت میں ہم آپ کی اے حضورؑ

کریں گے مدد وقت پر آپ کی
جو گزرے گی ہم پر گزر جائے گی

فقط اِک یہی آرزو ہے ہمیں
نہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں

مسلم بن عوسجہ اسدیؓ کی تقریر

کہا ابنِ عوسجہ نے اے امام
سب ہم آپ کے ہیں بربِ انام

کرم آپ کے ہم پہ ہر دم رہے
ہیں ذمّے ہمارے حقوق آپ کے

یہ واللہ ہرگز نہ ہوگا کبھی
کہ ہم چھوڑیں دامانِ سبطِ نبیؐ

بوقتِ ضرورت میں اے شاہِ دیںؑ
لڑوں گا فدایانہ در دشتِ کیں

مقابل میں دشمن کے کل بے دریغ
چلاؤں گا میں خنجر و گرز و تیغ

تہی دست ہوں گا تو پھر بے خطر
میں پتھّر سے توڑوں گا دشمن کا سر

نہ جب تک آئے گی میری قضا
میں حقِّ رفاقت کروں گا ادا

سعد ابنِ عبداللہؓ کی تقریر

ہوئے سعدؓ گویا بہ جوش و خروش ‏ ‏ ہر اک لفظ اُن کا تھا جُرأت فروش

بہ جوشِ وفا یہ اُنھوں نے کہا ‏ ‏ نہ جب تک کہ لے جاں ہماری خدا

لڑیں گے ہم اُس وقت تک بےخطر ‏ ‏ نہیں ہم کو دشمن کی فوجوں کا ڈر

رکھا ہم نے محفوظ حقِ رسولؐ ‏ ‏ ہوں خدمت سے آج آپ کی کیوں ملُول

مجھے گر یہ ہو علم اے شاہِ دیںؑ ‏ ‏ کہ میں قتل ہوں گا بہ میدانِ کیں

مری لاش پھر آگ میں سر بسر ‏ ‏ جلائیں گے بھُونیں گے یہ اہلِ شر

اُڑا دیں گے پھر خاک میری تمام ‏ ‏ ہوا میں بہ ظلم و جفا اے امامؑ

مرے ساتھ پیہم اگر یہ عمل ‏ ‏ کریں گے اِسی طرح اہلِ دغل

بھروں گا میں اُس دم بھی دم آپ کا ‏ ‏ فنا راہِ اُلفت میں ہو جاؤں گا

زہیر ابن القین کی تقریر

بہ جُرأت گرجتے ہوئے مثلِ شیر ‏ ‏ اُٹھے اور کہنے لگے یوں زہیرؓ

مجھے آرہ سے چیر ڈالیں اگر ‏ ‏ اُڑا دیں مرے ٹُکڑے بانیِ شر

میں اُس وقت بھی اے امامِ ہدیٰ
دکھاؤں گا ہمت بہ دشتِ وغا

مرے قتل سے آپ کی جاں بچے
بڑی خوش نصیبی ہے میرے لئے

فدا ہوں گا ہنگامِ جنگ آپ پر
رہوں گا بہر لحہ سینہ سپر

حضرتِ زینبؓ کا اضطراب

یہ کہتے ہیں سجادِؓ[1] ذوالاحترام
احبا کی تقریریں سن کر امامؑ

چلے آئے خیمے میں اپنے خموش
پڑھے پھر یہ اشعارِ عبرت فروش

یا دھر اف لک من خلیل
کم لک بالاشراق والاصیل
من صاحب او طالب قتیل
والدھر لا یقنع بالبدیل
وانما الامرُ الی الجلیل
وکل حی سالک السبیل

زمانے تُو ہے کس قدر بے وفا
ترے ہاتھوں اے وائے صبح و مسا

بہت مارے جاتے ہیں اندوہ گیں
رعایت کسی کی تُو کرتا نہیں

---

[1] امام زین العابدینؓ۔

ہے قادر ہر اک بات پہ ذوالمنن
رہِ مرگ میں ہیں سبھی گام زن

بیاں ہے یہ سجادِ رضؓ بیمار کا
یہ اشعار سُن کر میں گھبرا گیا

میں سمجھا کہ آفت ہے وہ آگئی
ٹلے گی نہیں جو کسی طرح بھی

تھے اعضا مرے مضطرب گو تمام
مگر ضبطِ دل سے لیا میں نے کام

پُھوپھی[1] نے مری جبکہ دیکھا یہ حال
تو وہ ہوگئیں رنج و غم سے نڈھال

وہ کہنے لگیں کر کے شور و فغاں
بتاؤ یہ تم مجھ سے اے بھائی جاں

نہیں کوئی صورت ہے کیا صلح کی
شقاوت یہاں تک ہے کیا بڑھ گئی

تمھیں قتل کر دیں گے یہ بدشعار
اُٹھاؤں گی کیونکر میں اِس غم کا بار

یہ فریاد و شیون یہ کہتی رہیں
یہاں تک کہ بیہوش وہ ہوگئیں

جب آئیں ذرا ہوش میں خستہ جاں
تو کہنے لگے اُن سے شاہِ زماں ؑ

بہن کیوں ہو اِس درجہ اندوہ گیں
بلا وجہ کیوں مضطرب ہوگئیں

ذرا صبر[2] اور ضبط سے کام لو
مری بات کو غور سے تم سُنو

ہمارا اب ہونے کو ہے امتحاں
کہیں نفسِ دوں کی یہ بیتابیاں

نہ ایماں پہ غالب ہوں ہمشیرِ من
نہ گھبراؤ ہے یہ وہ دَورِ فتن

ہمیں جس پہ آنا ہے غالب ضرور
کریں گے نہ ہم امرِ حق میں قصور

۱؎ حضرت زینب رضؓ ۲؎ یعقوبی - ابنِ جریر-

یہ سنتے ہی بولیں وہ اندوہگیں
اِس حالت پہ تو صبر ممکن نہیں

کہ خود آپ مرنے کو تیار ہیں
تباہی کے یہ تو سب آثار ہیں

کہا اے بہن اِس کا ہے فکر کیا
مشیت کا ایسا ہی ہے فیصلا

یہ صبر و تحمّل ہی کا ہے مقام
اِسی طرح ہے حکمِ ربِّ انام

ڈرو اور کرو اُس کی حمد و ثنا
کہ ہے بندگی کا یہی مقتضا

بہ غور و تامّل ذرا دیکھئے
قضا ہے ہر اک زندگی کے لئے

یہ سچ ہے سوائے خدائے قوی
نہ جیتا رہے گا جہاں میں کوئی

فلک والے بھی ایک دن اے بہن
مرینگے بہ حکمِ خدائے زمن

فنا ہے ہر اک چیز کے واسطے
تو پھر آپ ہیں غم زدہ کس لئے

یہ فریاد و شیون یہ خوفِ اجل
نہیں ہے کسی طرح بھی بَر محل

حیاتِ رسولِؐ خدائے جہاں
نمونہ ہے سب کے لئے بے گماں

ہمیں وقت پر چاہئے دیکھنا
کہ کرنا ہے کیا اور نہ کرنا ہے کیا

سکھاتا ہے جو کچھ بھی حکمِ رسولؐ
وہی چاہئے کرنا ہمکو قبول

سو ظاہر ہے اُن کی یہ تلقین ہے
بہر حال صبر و رضا چاہئے

خدا کی رضا پر ہے لازم نظر
نہ ہو منحرف اُس سے ہرگز بشر

تھے افضل مرے باپ مجھ سے کہیں — مگر آج دیکھو وہ زندہ نہیں
فضیلت تھی مجھ پر مرے بھائی کو — نہ چھوڑا اُنھیں موت نے دیکھ لو
مری والدہ ہیں جو خیرُ النساء — تمھیں رُتبے میں مجھ سے کہیں وہ سوا
ہیں دیکھو تو وہ بھی بہ آغوشِ گور — بھلا موت سے کس کا چلتا ہے زور
یہ سمجھا کے زینبؓ کو حضرتؑ اُٹھے — اور اِس طرح لوگوں سے کہنے لگے
کرو اپنے خیموں کو تم متّصل — نہ ہو ایک سے دُوسرا منفصل
نہ خیموں کے ہو درمیاں فاصلا — رکھیں سب کے سب دھیان اِس بات کا
پسِ پشت استادہ خیمے رہیں — جو ہیں لڑنے والے وہ آگے رہیں
ہوں کچھ خیمے دائیں بھی اور بائیں بھی — رہے سامنے کی جگہ سب کھُلی
کہ تا سامنے ہو کے ہم بے درنگ — مقابل ہوں دشمن کے ہنگامِ جنگ

تمام رات عبادت میں گزاری

امامؑ اور اصحاب سب آپ کے — دعاؤں میں مشغول شب بھر رہے
نمازیں پڑھیں اور دُعا و درُود — رہے سب ہی وقفِ رکوع و سجُود
سوارانِ دشمن کہ تھے سر پھرے — وہ گرد اُن کے خیموں کے پھرتے رہے

تھے گرمِ عباداتِ ابنِ علیؓ
یہ آیت تلاوت میں تھی آپ کی

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ ط اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْآ اِثْمًا ج وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ○ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ط

یہ کہتا ہے قرآں میں ربّ الجلال
کہ دشمن نہ ہرگز کریں یہ خیال

یہ مہلت جو اُن کو ملی ہے ذرا
کہ اس میں ہے اُن کا کوئی فائدا

یہ دیتے ہیں مہلت تو ہم اِس لئے
کہ تا جرم اور اُن کا بڑھتا رہے

نہ رکھّیں گے ہم مومنوں کو یونہی
بنا کر اِنھیں پاک اور متّقی

جُدا کر دیں گے اُن کو ناپاک سے
ازل سے ہمارا یہ دستور ہے

عشرہ کی صبح

محرّم کی دسویں تھا جمعہ کا دن
کہ بعدِ عبادت شہِؑ اِنس و جن

مصلّے سے اُٹھّے بوقتِ سحر
اور افواجِ دشمن پہ ڈالی نظر

تھے آمادۂ جنگ دشمن تمام
ہر اِک سمت فوجوں کا تھا ازدحام

چمکتی تھیں لشکر میں تیغ و سناں
تھیں ڈھالوں پہ ڈھالیں کماں پر کماں

عمرِ سعد فوجوں کو لے کر بڑھا
ادھر شاہِ دیںؑ نے بہ فضلِ خدا

مرتب کیا اپنے اصحاب کو
جمایا صفوں کو بہ طرزِ نکو

تھے بتیس[۳۲] تو ایسے مردانِ کار
جو تھے اپنے گھوڑوں کے اُوپر سوار

پیادوں کی چالیس[۴۰] تعداد تھی
ہر اک اُن میں تھا صف شکن اور جری

بہتّر تھے کُل یہ جواں اور پیر
شجاعت میں لیکن تھے سب بے نظیر

سبھی رزم جُو اور سبھی تیغ زن
جسے دیکھئے تھا وحیدِ زمن

مقرّر ہوئے میمنہ پر زہیرؓ
جمے تھے جو اپنی جگہ مثلِ شیر

حبیبِ مظاہر بہ حُکمِ حضورؑ
ہوئے حاکمِ میسرہ بے قصور

علم لے کے آگے بڑھے پھر امامؑ
پھریرے کو کھولا بصد احتشام

دیا دستِ عبّاسؓ میں اور کہا
علمدار تم ہو بدشتِ وغا

حفاظت کا خیموں کی یہ انتظام
کیا آپ نے تھا بہ سعیِ تمام

پسِ خیمہ گہہ ایک خندق بڑی
بغور و تدبّر تھی کھودی گئی

پھر اُس میں بہت لکڑیاں ڈال کر
جلا دی گئی آگ تھی سر بسر

عقب سے نہ تا خصم حملہ کرے
ہر اک حملہ زن سامنے سے لڑے

شمر[1] کی یاوہ گوئی

قریب آگیا جب کہ وقتِ ستیز
کہ برپا ہو میدان میں رستخیز

تو شمر اپنے گھوڑے پہ ہو کر سوار
بہ کبر و تکبّر ہُوا آشکار

کدُاتا ہوا اسپِ ذلّت نشاں
پھرا گردِ فوجِ امامؑ زماں

پسِ خیمہ گہہ اُس نے ڈالی نظر
تو دیکھا کہ ہے آگ روشن اُدھر

لگا کہنے حضرتؑ سے وہ بد زباں
قیامت سے پہلے ہی تم نے یہاں

خود اپنے لئے آگ کر لی قبول
کہا اُس سے حضرتؑ نے سُن اے جہول

سزاوارِ آتش تو خود آپ ہے
خبر بھی شباں زادہ ہے یہ تجھے

بن عوسجہؓ نے یہ اُس دم کہا
اجازت مجھے دیجیۓ گا ذرا

مناسب ہے موقع چلاؤں میں تیر
کہ ہے زد پہ بالکل مری یہ شریر

گرادوں اِسے خاک پر میں ابھی
یہ سُن کر لگے کہنے ابنِ علیؑ کرم

کروں گا نہ میں جنگ کی ابتدا
کہ یہ بات ہے دُور از اتّقا

دشمن کی پیش قدمی اور حضرتؑ کی دعا

عمر نے دیا حکم یہ بے درنگ
کہ فوجیں اُٹھائیں قدم بہرِ جنگ

---

[1] ابنِ جریر۔

یہ سُنتے ہی جنبش میں آئی سپاہ — بڑھی مثلِ دریا سوئے رزمگاہ

جب حضرت ؑ نے دیکھا کہ دشمن کی فوج — بڑھی آپ کی سمت مانندِ موج

لگے آپ[1] اِس طرح کرنے دُعا — الٰہی تُو ہی ہے مرا آسرا

میں بندہ ہوں اور تُو ہے پروردگار — ترے ہاتھ میں ہے ہر انجام کار

مصیبت میں ہے تُو ہی یاور مرا — بھروسہ ہے تجھ پر مجھے اے خدا

مددگار ہے آفتوں میں تُو ہی — کہ ہر دم معاون ہے رحمت تری

ہجومِ مصیبت نے آلام نے — بہت مرتبہ ہے دبایا مجھے

یہاں تک کہ میرا گیا بیٹھ جی — ہوئیں ہمّتیں پست تدبیر کی

جو تھے دوست میرے وہ دشمن بنے — سب اپنے بھی آزار دینے لگے

تجھی سے مگر میں نے کی التجا — فقط آسرا ایک تیرا لیا

ہوا وقت پر تُو مرا دست گیر — ہے قبضے میں سب کچھ ترے اے قدیر

تُو ہے مالکِ نعمتِ دو جہاں — نوازندۂ خلق ہر یک زماں

تجھی سے ہوں میں آج پھر ملتجی — تری رہ میں مجھ سے نہ ہو کوتہی

اُٹھاؤں بہ ہمّت یہ کوہِ الم — رہوں منزلِ غم میں ثابت قدم

لہ شرح نہج البلاغت۔

دشمنوں کے سامنے خطبہ

بڑھی فوج دشمن قریب آگیا — اندھیرا سا میدان میں چھا گیا
تھا جنبش میں یوں لشکرِ پُرفتن — کہ دریا میں جیسے بھنور چرخ زن
امامؑ زماں بھی بہ صبر و قرار — ہوئے ایک ناقہ کے اُوپر سوار
تھے آغوش میں اپنے قرآں لئے — قریب ہو کے فوجوں سے کہنے لگے
سُنو بات میری نہ جلدی کرو — جو کہنا ہے مجھ کو وہ کہہ لینے دو
مجھے عذر کرنے دو اپنا بیاں — کہ ہو جائے تا سب حقیقت عیاں
مرے آنے کی وجہ معلوم ہو — جو کچھ میں کہوں کان دھر کر سُنو
مرا عذر معقول و جائز ہو گر — تو انصاف کو رکھو مدِّ نظر
یہ ہے خوش نصیبی تمھارے لئے — نہ تم سمجھو اپنا مخالف مجھے
مری دشمنی سے تم آجاؤ باز — کہ تا رحمتِ حق سے ہو سرفراز
مرے عذر کو گر نہیں مانتے — اور انصاف کیا ہے نہیں جانتے
صداقت کی تائید سے ہے گریز — بہ زعمِ غلط ہے خیالِ ستیز
تو پھر متفق ہو کے تم سب بڑھو — جو کچھ کرنا چاہو خوشی سے کرو

چڑھائی کرو مجھ پہ تم پے بہ پے
نکالو کہ جو دل میں ہیں حوصلے
نہ مہلت مجھے دو بہ میدان جنگ
کرو مجھ پہ حملے بہ تیغ و خدنگ
خدا پر بھروسہ ہے ہر دم مجھے
رضا اُس کی کافی ہے میرے لئے
وہ نیکوں کا حامی ہے ہر یک زماں
اُسی کے ہیں محکوم دونوں جہاں

یہ پُر غم صدا تا بہ خیمہ گئی
اور اس کو جونہی بیبیوں نے سُنی
ہوئیں شدّتِ غم سے وہ بے قرار
لگیں رونے گھبرا کے سب زار زار
اُٹھا خیمے سے شورِ آہ و بُکا
تو حضرتؑ نے عبّاسؓ سے یوں کہا
کرو اُنکو خاموش تم جا کے اب
اُنھیں چاہیئے یہ کریں شُکرِ رب
بہت اُن کو رونا ہے باقی ابھی
گھڑی ہے مصیبت کی سر پر کھڑی
گئے حضرت عبّاسؓ اُدھر اور امامؑ
لگے کرنے پھر دشمنوں سے کلام

کرو غور تم ، اور سوچو ذرا
کہ میں کون ہوں میرا رُتبہ ہے کیا
کرو یاد میرا حسب اور نسب
بہ فکر و تامّل ذرا سب کے سب
مُنھ اپنا گریبانوں میں ڈال کر
حقیقت ہے کیا اِس پہ رکھّو نظر

کہ کیا کہہ رہا ہے تمہارا ضمیر
میں کہتا ہوں تم سے بہ ربِّ قدیر

کرو دل میں اپنے ذرا احتساب
مرا قتل ہے کس قدر ناصواب

یہ جائز ہے کیا اتنا تو سوچ لو
کہ حرمت کا رشتہ مری توڑ دو

تمہارے نبیؐ خاتم المرسلین
جو ہیں کیا میں اُن کا نواسا نہیں

نہیں اُن کے عم زاد کا کیا پسر
مری ماں نہیں بنتِ خیر البشرؐ؟

وہ حمزہؓ کہ سردارِ شہدا جو تھے
نہیں تھے چچا کیا مرے باپ کے

وہ جعفرؓ ہے طیّار جن کا لقب
بزرگی سے جن کی ہیں آگاہ سب

نہیں کیا بتاؤ وہ میرے چچا
یہ قولِ پیمبرؐ نہیں کیا سنا

جوانوں کے سردار حسنینؑ ہی
بہ فردوس ہوں گے نہیں شک کوئی

صداقت پہ مبنی بیاں ہے مرا
نہیں کذب کا اِس میں امکاں ذرا

ہے تم میں سے واقف ہر اک اِس سے بھی
کہ میں نے نہیں جھوٹ بولا کبھی

کہاں تک مناسب ہے یہ سوچ لو
کہ تم ہوگے میرے مقابل لڑو

نہیں ہے یقیں گر مری بات کا
یہ جو کچھ کہ اِس وقت میں نے کہا

کرو اِس کی تصدیق اوروں سے بھی
ابھی ایسے موجود ہیں آدمی

بتا دیں گے تم کو جو ہے واقعا
نبیؐ نے مرے حق میں ہے کیا کہا

سہیلؓ ابن سعد[1] اور جابرؓ[2] سُنو — ہیں موجود اُن سے ذرا پوچھ لو

ہیں زیدؓ[3] و انسؓ[4] بھی بقیدِ حیات — بتا سکتے ہیں سب وہ تم کو یہ بات

مرے اور مرے بھائی کے حق میں کیا — خدا کے پیمبرؐ کا ہے فیصلا

حدیثِ نبیؐ کو سمجھتے ہوئے — مرے قتل سے کیا نہ باز آؤ گے

نبیؐ کا نواسا بہ رُوئے زمیں — سِوا میرے واللہ کوئی نہیں

ہو آمادۂ جنگ تم کس لئے — خطا میری کیا ہے بتاؤ مجھے

ہوا کیا کوئی میرے ہاتھوں زبوں — کِسی کا بہایا ہے کیا میں نے خُوں

تصرف کِسی کے کیا مال پر — جواب اِس کا دو حق پہ ہو تم اگر

بتاؤ تو تم کیا ہے میرا قصور — ہو کیوں حق و انصاف سے اِتنے دُور

کوفیوں کا جواب

وہ سُن کر بیانِ صداقت مآب — تھے خاموش دیتے نہ تھے کچھ جواب

جو یہ رنگ دیکھا تو آخر امامؑ — لگے کہنے ہر اک کا لے لے کے نام

کہ اے شیثؓ[5] و قیسؓ[6] و حجارؓ[7] و یزیدؓ[8] — ہے انصاف سے یہ خموشی بعید

مجھے تم نے نامے نہیں کیا لکھے — نہیں کیا رفاقت کے وعدے کئے

---

[1] سہیل بن سعد ساعدی [2] جابر بن عبد اللہ [3] زید بن ارقم [4] انس بن مالک [5] شیث بن ربعی [6] قیس بن اشعث [7] حجار ابن الجبر [8] یزید بن حارث۔

تمھیں نے تو لکھا تھا یہ سر بہ سر — کہ پھل ہو چکے پختہ آؤ اِدھر
سراسر ہے اب فصل بدلی ہوئی — کہ سرسبز ساری زمیں ہو گئی
ہیں امواج نہروں کی اب باڑھ پر — چلے آیئے گا یہاں بے خطر
یہ سُنتے ہی اُن کی زبانیں کھُلیں — لگے کہنے وہ سب بصد بُغض و کیں
نہیں آپ کو ہم نے نامے لکھے — تو چلّا کے حضرتؑ یہ کہنے لگے
سراسر ہے جھوٹا تمھارا بیاں — کہ یہ واقعہ تو ہے بالکل عیاں
بہت سے خطوط اور قاصد کئی — ہوئے بھیج کر مجھ سے تم ملتجی
اور اب کہہ رہے ہو سب اِسکے خلاف — سُنو تم سے کہتا ہوں میں صاف صاف
یہ ظاہر ہے تم مجھ سے راضی نہیں — مجھے چھوڑ دو تاکہ میں پھر وہیں
چلا جاؤں آیا ہوں جس سمت سے — نہیں اور کچھ تم سے خواہش مجھے
یہ سُن کر ذرا قیس[1] آگے بڑھا — اور اِس طرح حضرتؑ سے کہنے لگا
اگر تم کو یہ بات منظور ہو — کہ تم سب اطاعت ہماری کرو
تو پہنچے گا تم کو نہ پھر کچھ ضرر — تم ہو جاؤ گے ہر طرح بے خطر
یہ سُن کر امامِ زماں نے کہا — ذرا ہوش میں آ تُو کہتا ہے کیا
تِری گفتگو ہے یہ ذلّت قریں — اِسے مان لیں ہم یہ ممکن نہیں

---

[1] قیس ابنِ اشعث۔

تو یہ چاہتا ہے بنی ہاشمی
کریں دعوئ خوں تمھارے خلاف
اطاعت کریں گے تمھاری نہ ہم
یہ ذلت نہیں ہے گوارا ہمیں
یہ کہہ کر دیا اُونٹنی کو بٹھا
تُو کو بخیں مرے ناقے کی باندھ دے
یہ دیکھا تو دشمن ضلالت نشاں

سوا خونِ مسلم رضؓ کے اِک اور بھی
میں کہتا ہوں یہ بے خطر صاف صاف
سہیں گے جو پیش آئے گی کیا ہے غم
کہ تم ایسوں کی ہم اطاعت کریں
اور عقبہ[1] سے پھر آپؑ نے یوں کہا
وہ ہوگا جو مولا کو منظور ہے
بڑھا اور آگے بہ فوجِ گراں

زہیرؓ ابن القین کا خطاب[2]

زہیر اپنے گھوڑے پہ ہو کر سوار
حقیقت پہ کیوں غور کرتے نہیں
مسلماں ہوں میں فرض ہے یہ مرا
سُنو غور سے تم نصیحت مری
نہ جب تک کہ تم گرمِ پیکار ہو
مگر ہوں گی شمشیریں جب بے نیام

بڑھے اور کہا کوفیو! ہوشیار
عذابِ الٰہی سے ڈرتے نہیں
کروں حقِ تبلیغ میں بھی ادا
اُخوّت ہے ہم تم میں قائم ابھی
ہماری نصیحت کے حقدار ہو
تو پھر ٹوٹ جائیں گے رشتے تمام

---

[1] عقبہ بن سمعان [2] ابنِ جریر شرح نہج البلاغت۔

رہے گی نہ پھر حرمتِ باہمی   اور آپس میں ہو جائے گی دشمنی

پھر ہم تم یقیناً بہ دشتِ وغا   ضرور ہوں گے اِک دوسرے سے جدا

پیمبرؐ کی اولاد کے باب میں   خدا دیکھتا ہے ہمیں اور تمھیں

ہمارا تمھارا ہے آج امتحاں   کھلے گا کہ تم ہو کہاں ہم کہاں

یہ دیتے ہیں دعوت تمھیں ہم سنو   مدد آج آلِ نبیؐ کی کرو

نہ حامی بنو تم بنِ[1] زیاد کے   رہو دور مکرِ جفا کار سے

پئے ظلمِ بے جا نہ باندھو کمر   حقیقت ہے کیا اِس پہ رکھو نظر

میں کہتا ہوں تم سے بہ حق الیقیں   کہ وہ دوست ہرگز تمھارا نہیں

وہ اور اُس کے ساتھی ہیں سرکش سبھی   نہ ہوگی تمھیں اُن سے حاصل خوشی

سزائیں تمھیں دیں گے وہ بے شعور   نکالیں گے آنکھیں تمھاری ضرور

وہ کر دیں گے ہر طرح تم کو زبوں   تمھارا بہا دیں گے بے درد خوں

بگاڑیں گے چہروں کو توڑیں کے ہاتھ   کسی طرح دیں گے تمھارا نہ ساتھ

تمھیں دیں گے پھانسی بہ ظلم و جفا   تمھیں یاد کیا یہ نہیں واقعا

حجر[2] اور ہانی[3] کو کس طور سے   اُنھوں نے کیا قتل ظاہر یہ ہے

تمھیں یاد کیا یہ نہیں واقعات   بتاؤ تو کیا ہے غلط میری بات

---

[1] عبید اللہ ابنِ زیاد [2] حجر بن عدی [3] ہانی بن عروہ۔

سُنی کوفیوں نے جو یہ گفتگو　　تو دُشنام دینے لگے زشت خُو
لگے کرنے تعریفِ ابنِ زیاد　　قسم کھا کے بولے زروئے عناد
کریں گے تمھیں قتل ہم بے دریغ　　بلائیں گے میداں میں زہرابِ تیغ
وگرنہ یہ ہوگا کہ کر کے اسیر　　تمھیں لے کے جائیں گے پیشِ امیر
سُنیں جب یہ باتیں تو بولے زہیرؓ　　ہے اتنی ہی تمیز تم کو تو خیر
یہ کیا عقل و دانائی ہے کوفیو!　　یہ کیا کہہ رہے ہو ذرا سوچ لو
ڈرو قتلِ آلِ پیمبرؐ سے اب　　نہ نازل ہو تم پر خدا کا غضب
یہ میداں میں گر ہو گئے سب شہید　　تو ہرگز نہ خوش ہوگا تم سے یزید
قیامت کے دن ہو گے تم دوزخی　　اماں مل سکے گی نہ تم کو کبھی
شفاعت تمھاری بروزِ جزا　　کریں گے نہ ہرگز رسولِ خداؐ
زہیرؓ اپنی سب کر کے حجّت تمام　　چلے آئے واپس قریبِ امامؑ

حُر بن یزید کی موافقت

عدی[1] حرملہ کی روایت ہے یہ　　کہ دشمن بڑھا اور فوجوں کو لے
بنِ سعد سے حُر نے بڑھ کر کہا　　لڑو گے حسینؑ ابنِ حیدرؑ سے کیا

۱؎ عدی بن حرملہ۔

کہا اُس نے ہاں سخت ہو گی یہ جنگ — کٹیں گے لڑائی میں سر بے درنگ

بہے گا زمیں پر لہو بے دریغ — جوانوں کے سر ہونگے اور گرز و تیغ

کہا حُر نے شرطیں جو رکھی گئیں — کوئی اُن میں منظور تم کو نہیں

عمرؔ نے کہا مجھ کو ہے دخل کیا — بنِ زیاد ہرگز نہیں مانتا

حُر آخر ہٹا دل میں کچھ سوچ کر — اور اپنی جگہ آگیا جلد تر

کھڑا تھا اِک اسوار اُس کے قریب — اُسی کے قبیلے کا تھا بدنصیب

کہا اُس سے حُر نے کہ شاید ابھی — پیاسا ہے گھوڑا ترا اے اخی

ذرا بڑھ کے پانی پلا دے اِسے — پیاسا نہ تا دیر تک یہ رہے

یہ سُن کر وہاں سے ہٹا وہ سوار — اُدھر حُر چلا با دلِ بے قرار

کھڑا ہو گیا آکے پیشِ امامؑ — ادب سے کیا عاجزانہ سلام

ندامت سے تھی اُس کی گردن جُھکی — خطا اُس سے سرزد ہوئی تھی بڑی

لگا کہنے گھبرا کے با صد فغاں — کہ اے ابنِ پیغمبرؐ دو جہاں

یہاں تم کو لایا جو ہوں میں وہی — خطرناک ہے یہ مری گمرہی

وہی ہوں کہ جس نے غضب یہ کیا — تمھیں آہ واپس نہ ہونے دیا

وہی ہوں کہ جس نے تمھیں اے امامؑ — یہاں لا کے روکا بہ ظلمِ تمام

مجھے تو یہ وہم و گماں بھی نہ تھا — کہ یوں حد سے بڑھ جائیں گے اشقیا
کریں گے نہ شرطیں تمھاری قبول — بھلا دیں گے حقِ خدا و رسولؐ
تو ہرگز نہ کرتا میں یہ ارتکاب — میں نادم ہوں اپنی خطا پر جنابؑ
عنایت سے اپنی مجھے بخشئے — مروں گا میں قدموں میں اب آپ کے
یہ بتلایئے مجھ کو ابنِ رسولؐ — مری توبہ ہو جائے گی کیا قبول
بہ شفقت یہ حضرت نے اُس سے کہا — بچا تو جہنم سے اچھا ہوا
تجھے بخش دے گا خدائے جہاں — تو جائے گا جنت میں باعزّ و شاں
تو حُر یعنی ہر طرح آزاد ہے — ملی نعمتِ ہر دو عالم تجھے
تری ماں نے رکھا تھا حُر تیرا نام — تو دونوں جہاں میں رہا شاد کام

جنابِ حُرؓ کا خطاب

ہوا مطمئن جب حُرِ خوش نصیب — تو پھر فوجِ دشمن کے پہنچا قریب
کہا اُس نے چلا کے اے کوفیو ! — نہ اِس طرح دوزخ کی جانب بڑھو
تمھارے نہیں دل میں خوفِ خدا — روا کب ہے یوں غدر و جور و جفا
جو دعوت پر آیا تمھاری یہاں — غضب ہے کہ لیتے ہو تم اُس کی جاں

جو شرطیں کہ حضرتؑ نے ہیں پیش کیں
انھیں مان لیتے ہو تم کیوں نہیں

عمر نے کہا میں تو تیّار ہوں
مگر میں بنِ زیاد کو کیا کروں

وہ راضی کسی طرح ہوتا نہیں
کروں کیا میں اب یہ بتاؤ تمھیں

سوا جنگ کے اور چارہ ہے کیا
کہا حُر نے سوچو تو یہ تم ذرا

ستاتا ہے یوں بھی کسی کو کوئی
تمھاری جفاؤں کی حد ہو چکی

نہیں دیتے ہو اُن کو یک قطرۂ آب
قیامت میں کیا دو گے اِس کا جواب

پئیں آب جنگل کے وحشی تمام
مگر آلِ احمدؐ رہیں تشنہ کام

یہ ظلم و ستم اور یہ غدّاریاں
یہ بد عہدی اور یہ جفا کاریاں

ہیں پیغامِ دوزخ تمھارے لئے
سمجھ لو اِسے تم ذرا غور سے

یہ تقریر سُن کے وہ ناداں شریر
بڑھے اور پھینکے کئی حُر پہ تیر

بالآخر وہاں سے حُرِ نیک نام
چلا آیا واپس قریبِ امامؑ

جنگ کا آغاز

عمر نے ارادہ کیا جنگ کا
دیا اپنی فوجوں کو آگے بڑھا

رَدا رَد تھی فوجِ ستمگار میں
تلاطُم تھا یا بحرِ ذخّار میں

سپہ اِس طرح رزم گہہ میں بڑھی — کہ آتی ہو جس طرح آندھی کوئی
جوانوں کا شور اور بانگِ صہیل — دباتے تھے ہنگامۂ موجِ نیل
وہ نیزے، وہ تیغیں، وہ گرزِ گراں — نہ ترکِ فلک جن سے پائے اماں
سنانوں کی نوکیں بہ رنگِ شہاب — تھیں امواجِ برقِ تپاں کا جواب
سواروں کی ہر اک طرف جست وخیز — پیادوں کا بڑھنا بہ شوقِ ستیز
شعاعوں میں سورج کی تیغ وسناں — تھیں اژدر کے مانند شعلہ فشاں
اِدھر غازیانِ تہوّر پناہ — تھے اپنی جگہ رونقِ رزم گاہ
اگرچہ بہتّر تھے یہ صف شکن — مگر تھا ہر اِک اُن میں فخرِ زمن
جوان وضعیف وصغیر وکبیر — نہ رکھتے تھے عالم میں اپنی نظیر
شجاع و بہادر قوی و دلیر — نمایاں تھے اپنی جگہ مثلِ شیر
نہ کثرت کا دشمن کی تھا کچھ خطر — ہر اِک راہِ مولا میں سینہ سپر
وفادار و خوددار و جرأت نشاں — بہ تائیدِ حق ہر طرح شادماں
زبانوں پہ تھا سب کی ذکرِ خدا — ہر اِک مستِ صہبائے جامِ ولا
جری رزم جُو چیتونیں پُر غضب — نہنگانِ بحرِ شجاعت تھے سب
سوار اور پیادے بہ جوش وخروش — سرِ دشتِ کیں تھے تہوّر فروش

علی اکبرؓ اور قاسمؓ نوجواں ‏— تھے زینت دہِ فوجِ عظمت نشاں

بہ جرأت علمدار گردِ دلیر ‏— گرجتے تھے میداں میں مانندِ شیر

علم کا پھریرا بہ موجِ ہوا ‏— تھا جنبش میں ہم صورتِ اژدہا

فضا اُس کے جلووں سے ہم رنگِ نیل ‏— تموّج کُناں صورتِ سلسبیل

وہ خورشید پیکر دُرفشِ بلند ‏— فلک سے بھی رُتبے میں تھا ارجمند

جسے دیکھ کر لشکرِ کوفیاں ‏— لرزتا تھا رہ رہ کے ہر یک زماں

سرِ میمنہ تھے زہیرِ[1] جری ‏— پئے جنگِ دشمن بہ عزمِ قوی

فدا زورِ بازو پہ اسفندیار ‏— فلک جھک کے ہوتا تھا اُن پہ نثار

سنبھالے ہوئے میسرہ کو حبیبؓ[2] ‏— تھے میداں میں مثلِ نہنگِ مُہیب

تھا پیلِ دماں سامنے جن کے مور ‏— ضعیفی میں رقصاں جوانی کا زور

شہؑ دیں میانِ یسار و یمیں ‏— تھے یوں جیسے کعبہ ہے نافِ زمیں

توکّل کی عظمت پہ تکیہ کئے ‏— رضائے خدا کا سہارا لئے

کھڑے تھے بہ تائیدِ پروردگار ‏— پیامِ شہادت کا تھا انتظار

عمر بن سعد کا حملہ

عُمر نے جو دیکھا حسینی سپاہ ‏— بہت مختصر ہے سرِ رزم گاہ

۱ے زہیر ابن القینؓ ۲ے حبیبؓ ابنِ مظاہر۔

تو اُس نے سنبھالے کمان و خدنگ — اور اِک تیر کو جوڑ کر بے درنگ

یہ کہہ کر چلایا بہ سوئے امامؑ — رہیں سب گواہ اِس کے خاص اور عام

کہ میں سب سے پہلے ہوا گرمِ کار — بڑھا سوئے میداں پئے کارزار

یہ حملہ ہوا ابتدا جنگ کی — کہ تیروں کی بوچھار ہونے لگی

لگے چلنے پیہم شپاشاپ تیر — تھا سہما ہوا قلبِ گردونِ پیر

فضا میں خدنگوں کی کثرت یہ تھی — لگے جیسے ساون میں مینھ کی جھڑی

جمے تھے مگر غازیوں کے پرے — کئی اسپ زخمی ہوئے اور گرے

مگر دشمنوں کی یہ تیر افگنی — زیادہ نہ کچھ کارگر ہو سکی

ہوئی بارشِ تیر کم تو یسار[1] — بڑھا اپنے گھوڑے پہ ہو کر سوار

کیا اُس نے اپنا مبارز طلب — لگا کہنے چلاّ کے وہ بے ادب

کوئی ہے جو آئے مقابل مرے — مری تیغِ بُرّاں کا دم دیکھ لے

اِدھر سے گئے بڑھ کے ابنِ عمیر[2] — پئے صید جیسے غضبناک شیر

قریب ہو کے دشمن پہ حملہ کیا — یسار اُن کے تیور سے گھبرا گیا

سنبھلنے بھی پایا نہ تھا بدگہر — کہ سر پر پڑی اُس کے تیغِ دوسر

کٹا سر بدن ہو گیا غرقِ خوں — گرا اسپ سے ہو کے وہ سرنگوں

۱؎ غلام زیاد بن ابیہ ۲؎ عبداللہ ابن عمیر الکلبی ۔

زمیں پر اُسے دیکھ گرتے ہوئے — بڑھا سالم[1] اُس کی مدد کے لئے

قریب آ کے ظالم نے حملہ کیا — مگر اُس کو کلبی نے خالی دیا

ہوئیں اُنگلیاں اُن کی زخمی و لے — وہ اِس چوٹ سے طیش میں آ گئے

سنبھل کر لگائی جو تیغ دو دم — تو دشمن کو پہنچا دیا تا عدم

پڑی سر پہ یوں تیغِ خارا شگاف — کہ سالم کا سینہ کٹا تا بہ ناف

گئے قعرِ دوزخ میں دونوں عدو — تھے کلبی سرِ رزم گہہ سرخرو

قریب اُن کے زوجہ بھی اُن کی وہاں — کھڑی تھی لئے نیزۂ جانستاں

اُنھیں دے رہی تھی وہ ترغیبِ جنگ — شہادت کی دل میں لئے تھی اُمنگ

وہ خوش ہو کے شوہر سے کہتی تھی یوں — کرو خوب اعدائے دیں کو زبوں

بڑھو آگے جب تک کہ ہے دم میں دم — پلاؤ اِنھیں آبِ تیغ دو دم

سُنی اُن کے شوہر نے آواز جب — کہا تم کہاں آئیں اُمِّ وہب

یہاں سخت خطرے ہیں پیچھے ہٹو — چلی جاؤ واپس نہ آگے بڑھو

ہلا کر وہ نیزے کو کہنے لگیں — میں ہٹ جاؤں میداں سے ممکن نہیں

تمھاری معیت میں دوں گی میں جاں — شہادت کی لوٹوں گی دولت یہاں

فدا ہوں گی آلِ عبا پر ابھی — کہ تا مجھ سے خوش ہوں خدا و نبی[ص]

---

[1] غلام عبید اللہ ابنِ زیاد۔

جو حضرتؑ نے دیکھا یہ کُل ماجرا
بہ آوازِ اُمِّ وہب سے کہا

چلی آؤ واپس تم اے نیک پے
لڑائی نہیں عورتوں کے لئے

سُنا اُس نے جس دم یہ حکمِ امامؑ
چلی آئی میداں سے وہ نیک نام

جواں مردِ کلبی بھی واپس ہوئے
اور اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے

عمر بن حجّاج زبیدی کا حملہ

زبیدی کہ حاکم تھا سُوئے یمیں
وہ اِس غم سے تھا سخت اندوہگیں

کہ میداں میں بے طرح ہو کر زبوں
یسار اور سالم ہوئے غرقِ خوں

تو فوجِ یمیں کو وہ لے کر بڑھا
اور اِک حملہ سخت اُس نے کیا

اِدھر میمنہ پر تھے جتنے دلیر
بہ جُرأت ہر اِک اُن میں تھا مثلِ شیر

جمے ایسے نیزوں کو سیدھا کیے
کہ اسپانِ دشمن نہ آگے بڑھے

رُکی آگے بڑھنے سے اِس طرح فوج
کہ جس طرح رُک جائے ساحل سے موج

زدِ نیزہ بازاں سے گھبرا گئے
ہٹے پیچھے بزدل اور اُلٹے پھرے

سپاہِ حُسینی نے یہ دیکھ کر
سنبھالے خدنگ و کماں زود تر

کیا حملہ تیروں سے با صد خروش
رہے فوجِ دشمن کے باقی نہ ہوش

ہوئے زخمی و خستہ جنگی جواں
ملے خاک و خوں میں کئی پہلواں

پڑا جس کے سینے پہ جا کر خدنگ
ہوا وہ شکارِ قضا بے درنگ

قیامت خدنگوں کی پرواز تھی
قضائے نبشتہ کی ہمراز تھی

تڑپتا تھا ہو کر کوئی غرقِ خوں
پڑا تھا زمیں پر کوئی سرنگوں

ہوئی لشکرِ میمنہ کو شکست
بندھی ہمتیں ہو گئیں اُن کی پست

عبداللہ ابنِ حوزہ کی عبرت انگیز موت

عمر نے جو دیکھا یہ فوجوں کا حال
تو اُس کے ہوا دل کو صدمہ کمال

بہت سے دلیرانِ جنگ آزما
ہوئے زد سے تیروں کی نذرِ قضا

اِسی فکر میں تھا وہ برگشتہ روز
کہ شیطان بن حوزۂ کینہ توز

کڈ آتا ہوا راہوارِ کرنگ
بڑھا جوش میں سوئے میدانِ جنگ

حُسینی سپہ کے وہ آکر قریب
لگا پوچھنے اِس طرح بدنصیب

بتاؤ کہ ہے ابنِ حیدرؑ کہاں
میں آیا ہوں اِس واسطے اب یہاں

جہنم کا مژدہ میں دوں گا اُسے
شہِ دیںؑ نے فرمایا جھوٹا تو ہے

حسینؑ ابنِ حیدرؑ سے تو اے جہول
ہے راضی خدا اور اُس کا رسولؐ[1]

---

[1] ابن جریر۔ ابن اثیر۔

ترا نام کیا ہے بتا زود تر | کہا ابنِ حوزہ ہوں میں نامور

اُٹھا کر شہِ دیں[۵۱] نے دستِ دُعا | خدائے دو عالم سے کی التجا

الٰہی بنِ حوزہ گستاخ ہے | جہنم کی جانب اِسے بھیج دے

وہ برہم ہوا سُن کے یہ بددُعا | کُداتا ہوا اسپ آگے بڑھا

بڑا تُند خو اُس کا تھا راہوار | نہ قابو میں اُس کے رہا زینہار

کچھ اِس طرح بگڑا وہ اسپِ حروں | کہ خود ابنِ حوزہ ہوا سرنگوں

زمیں پر تھا اِک پاؤں اور دُوسرا | رہا تسمۂ زیں سے اُلجھا ہوا

نہ سنبھلا پھنسا بے طرح بدمآل | ہوا موت صیّاد کو اپنا جال

تھا جولاں جو ہر اِک طرف راہوار | گھسٹتا تھا ساتھ اُس کے وہ بدشعار

کئی پتھروں سے وہ ٹکرا گیا | کہ جسم اُس کا رہ رہ کے ٹکڑے ہوا

بنِ عوسجہ نے لگائی جو تیغ | تو اِک پاؤں اُس کا کٹا بے دریغ

رہائی نہ اُس کی ہوئی زینہار | گرفتِ قضا میں تھا مجبور و زار

لگی اِتنی چوٹیں کہ وہ مر گیا | جہنم کے شعلوں میں داخل ہوا

بُریر بن خضیر اور یزید بن معقل میں مباہلہ

یہ کہتا ہے راویِ دانش مقام | یزید ابنِ معقل بہ عزمِ تمام

---

۵۱ مفید۔ ابنِ کثیر۔

پئے جنگ و پیکار آگے بڑھا — بُریرِ جواں سے یہ کہنے لگا

تُو لڑنے سے پہلے بتا یہ مجھے — کیا کیا ترے ساتھ اللہ نے

بہ جرأت اُنھوں نے دیا یہ جواب — کہ سُن مجھ سے اے مستحقِ عذاب

خدا نے کیا مجھ پہ فضل و کرم — کہ ہیں جان و دل میرے آزادِ غم

پڑی تجھ پہ پھٹکار اللہ کی — ہوا موردِ لعن اور دوزخی

کہا ابنِ معقل نے جھوٹا ہے تُو — سراسر ہے بے جا تری گفتگو

یہ سُن کر بُریر اُس سے کہنے لگے — کہ تیّار ہے کیا تُو اِس کے لئے

کریں مل کے ہم دونوں پہلے دعا — کہ جو ہم میں جھُوٹا ہو وہ اے خدا

سرِ رزم گہ قتل ہو بے درنگ — پھر ہوں بعد ہم اِس کے مشغولِ جنگ

کہا ابنِ معقل نے منظور ہے — دُعا دونوں اِس طرح کرنے لگے

جو گمراہ دونوں میں ہو اے خدا — وہ ہو قتل و رُسوا بدشتِ وغا

جو حق پر ہے ہو جائے وہ کامیاب — تُو کر دے اُسے مستحقِ ثواب

دعا کر کے اِس طرح دونوں جواں — لگے لڑنے باہم بہ تیغ و سِناں

زد و خورد پیہم ہوئی تیز تیز — رہے دیر تک خوب گرمِ ستیز

توجّہ سے میداں میں جنگی جواں — بہر دو طرف تھے نظارہ کُناں

کہ ہو دیکھئے کون مغلوب آج | رہے کس کے سر فتح مندی کا تاج
بہ تیغ و بہ نیزہ بہ گرزِ گراں | وہ اِک دوسرے پر تھے حملہ کناں
تھے گرمِ تگ و تازیوں راہوار | گیا تا فلک رزم گہہ کا غبار
یزید ابنِ معقل بہ جوش و خروش | سنبھالے ہوئے تیغِ شعلہ فروش
قریبِ بُریر ہو کے با عزمِ فن | بصد غیظ و مستی ہوا حملہ زن
علم جب ہوئی تیغِ آتش فشاں | سنبھل کر بہ جرأت بُریرِ جواں
بڑھے اور سپر پر لیا اُس کا وار | ہٹا پیچھے گھبرا کے وہ نابکار
گیا وار خالی تو حیراں ہوا | اندھیرا سا پیشِ نظر چھا گیا
اِدھر سے ڈپٹ اسپ کو بیدریغ | بُریرِ جواں لے گئے بُرّندہ تیغ
ہوئے حملہ آور بہ جوشِ قوی | چمک تیغ کی تا بہ گردوں گئی
تھی بجلی کہ شمشیرِ خارا شگاف | پڑی سر پہ سر سے گئی تا بہ ناف
کٹا ابنِ معقل بہ شکلِ خیار | تڑپ کر گرا زیں سے با حالِ زار
"قضا[1] گفت گیر و قدر گفت دہ | فلک گفت احسن ملک گفت زہ"
تھے یہ سرفراز اور وہ سرنگوں | ہوا فیصلہ حق و باطل کا یوں
دُعائیں ہوئیں دونوں کی مستجاب | وہ ناکام ہوا اور یہ کامیاب

---

[1] فردوسی۔

تھا ناحق پہ جو اُس کو دوزخ ملا ۔۔۔ جو تھا حق پہ وہ جنّتی ہو گیا

یزید ابنِ معقل ہوا قتل جب ۔۔۔ تو آیا رضیؓ[1] بڑھ کے باصد غضب

بُریر اور رضی متّصل گتھ گئے ۔۔۔ بہت دیر تک دونوں کُشتی لڑے

بالآخر ہوئے اُس پہ غالب بُریر ۔۔۔ وہ نیچے یہ اُوپر تھے مانندِ شیر

یہ دیکھ ابنِ[2] جابر نے پیچھے سے آ ۔۔۔ بصد غیظ نیزے سے حملہ کیا

یہ تھا وارِ ظالم کا اِتنا شدید ۔۔۔ بُریر ہو گئے اُس کی زد سے شہید

یہ جنّت کی جانب ہوئے رہ گرا ۔۔۔ رضی اُٹھ کے اہلِ سقر تک گیا

بہ شدّت یونہی گرمیٔ جنگ تھی ۔۔۔ کشاکش دلیروں میں ہوتی رہی

کبھی کارفرما تھیں تیغ و سناں ۔۔۔ دھمادھم کبھی ضربِ گُرزِ گراں

یزید ابنِ سفیاں کہ تھا جنگ جُو ۔۔۔ کٹا تیغِ حُر سے وہ مثلِ کدو

مزاحم[3] کی گردن پہ نافع[4] کی تیغ ۔۔۔ چلی اور ہوا قتل وہ بے دریغ

لڑے جم کے میداں میں یوں اہلِ دیں ۔۔۔ کہ دشمن کو ہونے لگا یہ یقیں

اگر یوں رہے گی حریفانہ جنگ ۔۔۔ تو ہو جائے گا ہم پہ میدان تنگ

نہیں اپنی فوجوں میں ایسے دلیر ۔۔۔ جو تنہا سے تنہا لڑیں مثلِ شیر

حسینی جماعت کا ہر شہسوار ۔۔۔ نہنگِ شجاعت ہے اور پختہ کار

---

[1] رضی منقذ العبدی [2] کعب بن جابر ازدی [3] مزاحم بن حریث [4] نافع بن ہلال۔

ہزاروں پہ بھاری ہے اِک اِک جواں
انھیں سر کی پروا نہ پروائے جاں
یہاں سر بکف لڑ رہے ہیں سبھی
ہے خواہش اِنھیں ہر گھڑی موت کی

عمر بن حجّاج کا حملۂ عام

عمر ابنِ حجّاج یہ دیکھ کر
کٹے میمنہ کے بہت نامور
سرِ رزمگہ ہر حسینی جواں
جھپٹتا ہے مانندِ پیلِ دماں
مقابل کو یوں اپنے کرتا ہے زیر
دبا لے کہیں جیسے آہو کو شیر
پکارا کہ ہشیار اے کوفیو!
تم اُن سے ہو ہم جنگ یہ سوچ لو
جو مرنے کو ہر لمحہ تیار ہیں
فقط طالبِ جنگ و پیکار ہیں
مبارز طلب کر کے تنہا کوئی
نہ ہرگز کرے ابتدا جنگ کی
نہ تنہا سے تنہا ہو سرگرمِ کار
کرو مل کے تم حملہ سب ایک بار
یہی کامیابی کی ہے ایک راہ
کرے متّفق ہو کے حملہ سپاہ
عمر نے بھی خود اِس کی تائید کی
کہا یوں تو لڑنا ہے بے دانشی
بس اِک حملۂ عام کر دیجیے
کہ تا کھیت آج اپنے ہاتھوں رہے
یہ سنتے ہی میداں میں فوجِ یمیں
بڑھی جوش میں یوں کہ کانپی زمیں

لگیں چلنے ہر سمت تیغ و سناں
لرزنے لگا گنبدِ آسماں

مجاہد لڑے ہو کے سینہ سپر
تھے یوں فوجِ دشمن پہ وہ حملہ گر

گرسنہ سرِ دشت جس طرح شیر
کرے آہوؤں کو پئے لُقمہ زیر

بلا تھی زدِ خنجرِ آب گوں
دلاور ہوئے سینکڑوں غرقِ خوں

غضب وار تھا ناچخِ تیز کا
پڑا جس پہ وہ سرنگوں ہو گیا

ہر اک تیغِ برّندہ برقِ سحاب
ہر اک ناوکِ تیر تیرِ شہاب

فلک تک پہنچتی تھی آوازِ کوس
ہوا گردِ میداں سے تھی آبنوس

زمیں خونِ گرداں سے تھی لالہ رنگ
بن عوسجہ یوں تھے مصروفِ جنگ

جدھر بڑھ کے جاتے تھے مانندِ شیر
اُدھر دم میں ہوتے تھے کُشتوں کے ڈھیر

تھے شوقِ شہادت سے سرمست یوں
کیا سینکڑوں دشمنوں کو زبوں

مقابل نہ ہوتا تھا اُن کے کوئی
چُراتا تھا آنکھ اُن سے ہر اِک جری

تمنّا تھی اُن کو کہ جلدی کہیں
پہنچ جاؤں میں تا بہ خلدِ بریں

نبیؐ کی محبّت میں کھو جاؤں میں
نثارِ ابنِ حیدرؓ پہ ہو جاؤں میں

سنانوں کے کھاتے تھے سینے پہ وار
کہ تا قیدِ ہستی سے ہوں رستگار

بہ شوقِ شہادت یہ تھی بے خودی
سر و تن کی اپنے نہ پروا رہی

فدایانہ تھے ہر طرف گرمِ کار — کہ ابنِ ابی[1] نے کیا ایک وار

شہید اُس کی زد سے ہوئے اور گرے — گئے تا بہ فردوس ہنستے ہوئے

کمک اہلِ کوفہ کی اور آ گئی — تو سلمانی[2] و عامری[3] سعد[4] بھی

بڑھے متفق ہو کے بہرِ جہاد — تھے ساتھ اُن کے صیداوی[5] خوش نہاد

یہ چاروں تھے یوں حملہ زن پے بہ پے — کہ گردانِ کوفہ کے ہوش اُڑ گئے

گھُسے حلقۂ فوج میں بے درنگ — نہ تھا اُن کو خوفِ خدنگ و پرنگ[6]

اگرچہ ہر اِک سمت سے تھے گھِرے — پہ تیغ افگنی سے نہ قاصر رہے

جدھر چل گئی اُن کی شمشیرِ تیز — ہوئی بند دشمن پہ راہِ گریز

تھے حلقہ میں فوجوں کے نعرہ زناں — جھپٹتے تھے مانندِ شیرِ ژیاں

جدھر حملہ کرتے تھے باصد خروش — نہ بچتی تھی گردن کسی کی نہ دوش

ہوا ہر طرف سے زیادہ ہجوم — بڑھی بے حیا ہو کے فوجِ ظلوم

یہ عباس[7] نے جب کہ دیکھا وہاں — کہ گھیرے ہے چاروں کو فوجِ گراں

تو پیچھے سے بڑھ کر ہوئے حملہ زن — زہے جرأتِ ابنِ خیبر شکن

وہ حملہ کیا کانپ اٹھی سرزمیں — صفیں فوجِ جرّار کی توڑ دیں

ہٹی کھا کے چوٹیں سپاہِ گراں — بڑھے تھے جو پسپا ہوئے نوجواں

---

[1] عبدالرحمٰن ابنِ ابی خشکارہ بجلی [2] جابر بن حارث سلمانی [3] مجمع بن عبداللہ عامری [4] سعد غلام عمر بن خالد [5] عمر بن خالد صیداوی [6] شمشیر [7] حضرت عباس ابنِ حیدرؓ۔

تھے شامی و کوفی گریزاں سبھی — نہ ترتیب لشکر کی قائم رہی
اُنھیں دیکھتے گیو و گودرز گر — تو کہتے وہ حیرت سے بایکدِگر
دلیری و جُرأت اِسی کا ہے نام — شجاعت کو اِن کی ہزاروں سلام
کھُلا راستہ تو وہ چاروں دلیر — نکل آئے لڑتے ہوئے مثلِ شیر
ذرا لے کے دم پھر بہ شوقِ غزا — بڑھے فوجِ دشمن پہ حملہ کیا
تھے زخموں سے چاروں بنے لالہ زار — فدا اُن کی گُل کاریوں پر بہار
لبوں پر تھی زخموں کے رقصاں ہنسی — شگفتہ حیاتِ وفا ہو گئی
یہاں تک لڑے تا دمِ واپسیں — شہید ہو کے پہنچے بہ خُلدِ بریں

یزید بن زیاد کندی کی تیراندازی

یزیدؓ[1] بن زیادِ کندی جواں — کہ تھے ماہرِ فنِّ تیر و کماں
یہ تھے پہلے دشمن کے ساتھی مگر — سرِ عرصۂ جنگ یہ دیکھ کر
خلافِ رہِ حق ہے ابنِ زیاد — ہیں شمر و عمر بھی بڑے بدنہاد
یہ سب دشمنِ دینِ اسلام ہیں — خطاکار ہیں اور بدانجام ہیں
نکل کر وہ فوجِ بنِ سعد سے — شہِ دیںؑ کی جانب چلے آتے تھے

---

[1] ابوالشعثا زیاد بن کندی جو عمرو بن سعد کی فوج سے نکل کر حضرتِ امامؑ کی طرف آگئے تھے۔

سرِ زیں سنبھل کر بہ تابِ جواں
خدنگوں کو دیکھا سنبھالی کماں

بہ جرأت ہوئے گرمِ تیر افگنی
پڑی فوجِ اشرار میں کھلبلی

لگاتے تھے وہ جوڑ کر جب خدنگ
دعا کرتے تھے شاہِ دیں بیدرنگ

نہ ہو ان کا یارب نشانہ خطا
ہر اک تیر ان کا ہو تیرِ قضا

انھیں خدمتِ حق کے بدلے میں تو
عطا کر کے فردوس کر سرخرو

دعائے حسینی کا تھا یہ اثر
کہ اُن کا ہر اک حملہ تھا کارگر

نشانے پہ لگتا تھا ہر ایک تیر
ہمی گفت احسنت گردونِ پیر

یہ کہتا ہے راوی کہ یک صد خدنگ
چلائے تھے کندی نے ہنگامِ جنگ

فقط پانچ تعلق ہوئے تھے خطا
یہ تھا اُن کا فن قابلِ مرحبا

پڑا جس پہ تیر اُن کا وہ بدشگوں
ہوا مرغِ بسمل کی صورت زبوں

ہوئے لشکرِ میمنہ کے جواں
بہت کشتہ و خستہ اور نیم جاں

شمر ذی الجوشن حاکمِ میسرہ کا شدید حملہ

یہ شمرِ لعیں نے جو دیکھا بہ غور
کہ بگڑے ہوئے میمنہ کے ہیں طور

عراقی و شامی و کوفی تمام
شجاعت میں مشہور تھا جن کا نام

حسینی جوانوں سے گھبرا گئے — جو بڑھ کر لڑے سب وہ کُشتہ ہوئے
تو لے کر چلا لشکرِ میسرہ — کیا دفعتہً حملۂ بے پناہ
اِدھر میسرہ پر تھے حاکم حبیب[۵۱] — ضعیفی تھی جن کی شجاعت نصیب
جو دیکھا اُنھوں نے کہ شمرِ لعیں — بڑھا غیظ میں جانبِ دشتِ کیں
دلیرانہ یہ بھی مقابل ہوئے — مجاہد اِدھر گرچہ بتّیس[۳۲] تھے
مگر اُن میں ہر اک تھا فخرِ زمن — جوانمرد و جنگ آزما صف شکن
نمازی سحر خیز شب زندہ دار — فدائیِ دیں عاشقِ کردگار
شرابِ حقیقت سے مخمور و مست — نظر میں تجلیِ جامِ اَلست
بڑھے بے خودانہ سوئے رزم گاہ — کیا ایک یوں حملۂ بے پناہ
لرزنے لگی کربلا کی زمیں — قیامت نمایاں تھی در دشتِ کیں
لڑے جم کے اِس طرح غازی جواں — کہ گھبرا گیا لشکرِ دشمناں
جدھر حملہ کرتے تھے با صد جلال — دکھلاتے تھے تیغ افگنی کا کمال
گرا کوئی گھوڑے سے ہو کر زبوں — کوئی زد سے نیزے کی تھا سرنگوں
کوئی غرقِ خوں اور کوئی نیم جاں — کوئی مرغِ بسمل کی صورت تپاں
دریدہ جگر صورتِ گُل کوئی — کوئی مثلِ نرگس کہیں حیرتی

---

۵۱ حبیب ابنِ مظاہر۔

تڑپتا تھا کوئی پڑا مثلِ صید
کوئی تھرتھراتا تھا مانندِ بید

زمیں لالہ گوں اور ہوا زرد زرد
تھے گرمی سے آتش سلیحِ نبرد

خروشاں تھے جنگ آوراں دمبدم
تھے حملہ کناں مثلِ شیرِ دژم

زد ابنِ مظاہر کی تھی لاجواب
ضعیفی سے اُن کی خجل تھا شباب

ہر حملہ تھا اُن کا پیامِ قضا
پڑی تیغ جس پر نہ وہ بچ سکا

غضبناک کلبیؒ تھے گرمِ ستیز
تھیں اُن کی زدوں سے زرہیں ریز ریز

نہ اعدا کے محفوظ تھے جان و تن
لگاتے تھے ہر نیزہ دشمن فگن

قیامت جھپٹ تھی غضب اُن کے وار
نہ بچتا تھا پیدل نہ کوئی سوار

جو آیا مقابل وہ کشتہ ہُوا
فلک اُن کو حیرت سے دیکھا کیا

بہ شوقِ شہادت یہاں تک لڑے
شہِ دیں پہ آخر فدا ہو گئے

اُمِّ وہب کی شہادت

وہ اُمِّ وہب وہ زنِ نیک ذات
بہادر اور اُن کی شریکِ حیات

قریب اُن کے لاشے کے آئی وہاں
جہاں غرقِ خوں تھے وہ رحمت نشاں

یہ کہتی تھیں خوش ہو کے وہ نیک خو
شہید ہو کے تم ہو گئے سُرخرو

ؒ عبداللہ بن عمیر الکلبی۔

لڑے خوب میداں میں تم بھر کے جی
ہوئے تم سے راضی خدا و نبیؐ

جزاک اللہ اے خادمِ شاہِؐ دیں
مبارک تمھیں عیشِ خُلدِ بریں

یہ کہہ کہہ کے پیہم بہ دشتِ مصاف
وہ کرتی تھیں خاک اُن کے چہرے سے صاف

قریب اپنے شوہر کے بیٹھی ہوئی
تھی خواہاں شہادت کی باصد خوشی

کہ شمرِ[۱] لعیں بے حیا بے ادب
گیا بڑھ کے نزدیکِ اُمِّ وہب

کیا قتل اُن کو بہ تیغِ ستم
شہید ہوتے ہی وہ زنِ محترم

گئی باغِ جنّت میں شوہر کے پاس
ملی دولتِ دیں اُسے بے قیاس

دُشمن کے پانسو تیر اندازوں کا حملہ

اُدھر پہنچا سورج بہ نصف النہار
اِدھر بڑھ گئی گرمیٔ کارزار

مجاہد تھا ہر ایک اُستادِ فن
کوئی نیزہ باز اور کوئی تیغ زن

نہ رکھتا تھا کوئی بھی اپنا نظیر
تھا ہر یک بہ میداں یلِ شیر گیر

تھے حملہ کُناں یوں بہ میدانِ کیں
کہ دشمن کی فوجیں تھیں اندوہگیں

وہ عروہ بنِ قیس جنگ آزما
جو کُوفی سواروں کا سردار تھا

لگا کہنے سردارِ لشکر سے یُوں
بہت مردِ میداں ہوئے غرقِ خُوں

ہے فوجوں میں اپنی بڑا اضطراب
ہوئے قتل اپنے جواں بے حساب

[۱] ابنِ ذی الجوشن شمر علیہ اللعنت۔

حُسینی ہیں کیا پُر جگر دیکھئے — ہیں تعداد میں کم مگر دیکھئے

جِدھر بڑھ کے جاتے ہیں مانندِ شیر — لگاتے ہیں دم بھر میں کُشتوں کے ڈھیر

لڑائی کا انداز اب یُوں رہے — ہو تیر افگنی اُن پہ ہر سمت سے

یہ سُن کر بِن سعد نے کی نہ دیر — کہا، ہے کہاں دیکھو ابنِ نمیر[۱]

وہ آیا تو کہنے لگا پُر فتن — تُو پانصد جواں ساتھ لے تیر زن

چلے باڑھ تیروں کی میداں میں یُوں — کہ یکسر ہو فوجِ حُسینی زبوں

سوار اور پیدل نہ کوئی بچے — پڑے تیر جس پر نہ زندہ رہے

بڑھے قدر اندازیہ سُنتے ہی — لگی ہونے میداں میں تیر افگنی

ہوا پر تھی اِس طرح تیروں کی موج — فضا میں ہو ٹڈیوں کی جیسے فوج

فشا فش[۲] جو تیروں کی ہونے لگی — قیامت اِک آوردگہ میں ہوئی

سپاہِ حسینی کا ہر اِک جواں — شجاعت میں تھا بے نظیرِ جہاں

کوئی تیغ سے بیلکِ[۳] تیز کے — اُڑاتا تھا ٹکڑے وہاں پے بہ پے

سپر پر کوئی تیر کو لے کے بس — الگ پھینک دیتا تھا مانندِ خس

تھا ذوقِ شہادت یہاں تک بڑھا — کوئی نوکِ پیکاں کو تھا چُومتا

زدِ تیر سے بچ کے کوئی جواں — تھا اعدائے دیں پر تبسم کُناں

۱؎ حصین بن نمیر ۲؎ آوازِ تیر ۳؎ تیر۔

مخاطب تھا یوں کوئی پرتاب[1] سے — میں آ اپنے سینے میں رکھ لوں تجھے
بڑھے اور بھی تا کہ دردِ جگر — جنونِ وفا میں ہو پیدا اثر
خدنگوں کی بارش یہاں تک ہوئی — مجاہد جوانوں کے گھوڑے سبھی
ہوئے زخمی و خستہ ہنگامِ کار — یہاں تک کہ پیدل ہوئے سب سوار

جنابِ حُر کی شجاعت

یہ ابنِ مشرّح خطاکار کا — بیاں ہے کہ خود میں نے وقتِ وغا
کیا اسپ کو حُر کے یُوں تھا زبوں — ٹپکتا تھا ہر عضو سے اُسکے خُوں
یہ حُر نے جو دیکھا کہ اب بادپا — نہیں ہے سواری کے قابل رہا
تو پیدل ہوئے اور لے کر پرنگ[2] — بڑھے دشمنوں کی طرف بہرِ جنگ
تھے جوشِ شجاعت میں یوں حملہ گر — کہ دشمن کی فوجیں تھیں زیر و زبر
لگاتے تھے جب تیغِ الماس گُوں — تو کہتا تھا احسنت گردونِ دُوں
تھے پیدل مگر تھی غضب جست و خیز — مکدّر ہوا گرد سے اسپ ریز[3]
کبھی تیغ و خنجر، بیازک[4] کبھی — لگاتے تھے پیہم بدستِ قوی
پرنداخ[5] سے کوئی زخمی ہوا — ہوئی تن سے گردن کسی کی جدا

---

۱ تیر ۲ تلوار ۳ میدانِ جنگ ۴ گرز ۵ تلوار۔

کوئی دشنۂ تیز کی چوٹ سے
تڑپتا تھا پہلو کو تھامے ہوئے
وہ کرتے تھے جب حملۂ جاں ستاں
تو پڑھتے تھے یہ شعر نعرہ زناں

ان تعقروا بی فانا ابن الحر
اشجع من ذی لبد ھزبر

ہوا میرا بے کار گھوڑا تو کیا
بہادر ہوں میں اور جنگ آزما
میں ابنِ شریف اور جرار ہوں
میں شیرِ ژیاں سے بھی خونخوار ہوں

خیام جلا دیئے گئے

بہ شدّت ہر اک سمت جاری تھی جنگ
فشا فاش تیر اور چکا چک پرنگ
ہوئے پست اعدا بہ میدانِ حرب
غضب تھی حسینی جوانوں کی ضرب
زدوں سے نہ بچتا تھا اُن کی کوئی
تھی حالت زبوں فوجِ اشرار کی
یہ کہتا ہے راوی بصدق وصفا
کہ دشمن کو غلبہ نہ یوں ہو سکا
حسینی سپہ کے تھے پیچھے خیام
غنیمت تھا اُن کے لئے یہ نظام
فقط ایک جانب ہی سے دشمناں
بہم مِل کے ہوتے تھے حملہ کُناں
مگر اِس طرف سے انھیں بیدریغ
پلاتے تھے غازی جواں آبِ تیغ

بنِ سعد نے جب کہ دیکھا یہ حال
تو چلّا کے کہنے لگا بد مآل

خیامِ حسینی کو چند آدمی
اُکھاڑیں گرادیں ہٹا دیں ابھی

گئے اُس طرف چند ذلّت نصیب
ہوئے بڑھ کے خیموں سے جب وہ قریب

پڑی اُن کے سینوں پہ نیزوں کی چوٹ
مجاہد لڑے لے کے خیموں کی اوٹ

جو آتا تھا نزدیکِ خیمہ سوار
وہ ہوتا تھا تیغِ اجل کا شکار

سوار اور پیدل کئی متّصل
گرے کھا کے نیزے ہوئے مضمحل

بنِ سعد کو سخت حیرت ہوئی
کہ اُس کی یہ تدبیر ناقص رہی

تو جھنجھلا کے یہ حکم اُس نے دیا
کہ خیمے حسینیوں کے دو جلا

اُنھیں پھونک دو آتشِ تیز سے
نہ خیمہ کوئی اُن کا سالم رہے

چلے آگ لے کر کئی بد لگام
کہ تا پھونک دیں وہ حسینی خیام

مجاہد ہوئے مضطرب دیکھ کر
کہ آمادۂ شر ہیں یہ اہلِ شر

جلادیں گے خیموں کو یہ بدشعار
ہیں نامرد اور بزدل و فتنہ کار

مگر مطمئن تھے شہِ ذو الکرام
یہ بولے جلانے دو اِن کو خیام

یہ اچھا ہے اپنے لئے اور بھی
جلیں گے جو خیمے تو ہرگز شقی

نہ ہوں گے پسِ پشت سے حملہ زن
انھیں روکے گی حدِ شعلہ فگن

لگے جلنے خیمے تو شعلے اُٹھے — ستمگار گھبرا کے پیچھے ہٹے
یہ تدبیر بھی اُن کی ناقص رہی — نہ حملے کی جُرأت کِسی کو ہوئی

جنابِ حبیبؓ ابنِ مُظاہر کی شہادت

عمر ابنِ عبد[۱] اللہ یہ دیکھ کر — قریب آگیا دشمنِ بدگہر
بڑھے اور حضرت سے کہنے لگے — میں ہوں قتل یہ ہے تمنّا مجھے
دو عالم کی یوں نعمتیں پاؤں میں — شہید آپ سے پہلے ہو جاؤں میں
مگر آرزو ہے کہ پڑھ کر نماز — میں درگاہِ مولا میں ہوں سرفراز
یہ سُن کر امامؑ زماں نے کہا — کہو دشمنوں سے کہ ٹھہریں ذرا
خدا سے ڈریں اِتنی مہلت وہ دیں — صلواۃِ ظہر تا ادا ہم کریں
مگر دشمن اِس پر نہ راضی ہوئے — بہ کینہ وری جنگ کرتے رہے
لگا کہنے ابنِ نمیر[۲] جہول — نہ ہو گی نمازِ حُسینی قبول
حبیبِ مظاہر نے اُس کو جواب — دیا یوں کہ او مردِ خانہ خراب
ہو نازل غضب تجھ پہ اللہ کا — یہ کیا لغو و بے ہُودہ تُو نے کہا
عبادت سراپا ہیں ابن رسولؐ — عبادت تو تیری نہ ہو گی قبول

---

[۱] ابو ثمامہ عمر بن عبداللہ صائدی [۲] حصین بن نمیر۔

یہ سن کر عدو طیش میں آگیا / اور ابنِ مظاہر پہ حملہ کیا

بڑھے یہ بھی کرکے علم تیغ تیز / رہے دیر تک دونوں گرمِ ستیز

جو موقع سے اِک اُس نے حملہ کیا / اُنھوں نے اُسے ہٹ کے خالی دیا

سنبھلنے بھی پایا نہ تھا بدشعار / اِدھر سے ہوا اُس پہ اِک سخت وار

بچا وہ مگر تیغِ الماس گوں / فرس پر پڑی ہو گیا وہ زبوں

تو دشمن بھی سنبھلا نہ بر پُشتِ زیں / گرا ہو کے اوندھا برُوئے زمیں

یہ دیکھا تو بڑھ کر سوارانِ شوم / ہوئے گرد اُس کے کیا اِک ہجوم

اُٹھا کر بہ مشکل اُسے لے گئے / بچا صید سر پنجۂ شیر سے

بڑھے پھر حبیب اِس طرح با خروش / اُڑے دیکھ کر فوجِ دشمن کے ہوش

شجاعت ضعیفی پہ غالب تھی یُوں / ٹپکتا تھا پُر غیظ نظروں سے خُوں

تھیں حیران و ششدر صفوفِ غنیم / کہ نکلا پئے جنگ ابنِ صریم[1]

مقابل ہوا آ کے با زعمِ فن / حبیب اِس طرف سے ہوئے حملہ زن

رہے دونوں باہم ستیزہ کناں / اُڑی گرد میداں کی تا آسماں

مجاہد کے تیور سے خصمِ لعیں / یہ سمجھا کہ بچنا اب آساں نہیں

نہ تھی اب رہائی کی کوئی سبیل / کہ تھا سامنے اُس کے اِک ژندہ پیل[2]

۱؎ بدیل ابنِ صریم ۲؎ پیل بزرگ۔

ہوا سُست دل لرزاں اُڑے اُسکے ہوش
کہ غازی کے نعرے تھے تندر فروش

حبیب مظاہر نے پہلو پہ آ
عَلم کر کے شمشیر حملہ کیا

پڑی تیغ سر پہ ہوا غرقِ خوں
زمیں پر گرا ہو کے خوار و زبُوں

تڑپتا تھا اِس طرح ابنِ صریم
کہ بسمل ہو جس طرح صیدِ دو نیم

حبیب اپنی تلوار ٹیکے ہوئے
تماشائے بسمل میں مصروف تھے

کہ پیچھے سے اِک دشمنِ نابکار
بڑھا اور کیا ایک نیزے کا وار

سنبھلنے ہی کو تھا مظاہر کا شیر
کہ بزُدل جفا کار ابنِ نمیر

یہ موقع غنیمت سمجھ کر بڑھا
اور اِک وار تلوار کا کر دیا

شہید ہو کے ابنِ مظاہر وہیں
ہوئے مستحقِ بہشتِ بریں

قیامت سے بھی سخت تھا یہ سماں
کھڑکتی تھیں ہر سمت تیغ و سناں

سمٹ آئیں دشمن کی فوجیں تمام
ہوا حق پہ باطل کا یوں ازدحام

فلک پر بلند ہو کے جیسے گھٹا
تجلّئ خورشید کو لے چھُپا

جنابِ حُر کی شجاعت اور حضرتؑ کی نماز

حُر اِس سانحے سے جو آگہ ہوئے
کہ ابنِ مظاہر شہید ہو گئے

بڑھے بے خودانہ سوئے رزمگاہ — تھے انوارِ فردوس پیشِ نگاہ
سراپا تھے مستِ شرابِ خودی — نگاہوں میں تھا مقصدِ زندگی
بہ جرأت لڑے یوں بہ میدانِ کیں — ہوئی خونِ گرداں سے رنگیں زمیں
وہ حملے کئے ہر طرف مثلِ شیر — نظر آئے میداں میں کُشتوں کے ڈھیر
بہ وقتِ جنیدن[1] تھے یوں گرمِ کار — بنا رستخیز عرصۂ کارزار
قیامت تھا ہر نعرۂ خشمگیں — لرزتی تھی رہ رہ کے رَن کی زمیں
ٹپکتا تھا رُخ سے شجاعت کا جوش — یہ اشعار پڑھتے تھے باصد خروش

الیت لا اقتل حتی اقتلا
ولن اصاب الیوم الا مقبلا
اضربھم بالسیف ضرباً مقصلا
لا ناکلا عنھم و لا مھلّلا

قسم میں نے کھائی نہ جاں دوں گا میں — کہ خود قتل جب تک نہ کرلوں گا میں
مروں گا تو بیشک مروں گا میں یوں — بہ وقتِ فنا بڑھ کے آگے رہوں
چلاؤں گا اعدا پہ شمشیرِ تیز — ڈروں گا نہ بھاگوں گا وقتِ ستیز
بہ ہمت بہ جُرأت یہاں تک لڑے — شہید ہو کے جنّت میں داخل ہوئے

---

[1] جنگ۔

حضرتؑ نے ظہر کی نماز پڑھی

یونہی گرم بازار تھا جنگ کا — کہ وقتِ نمازِ ظہر ہو گیا

تو حضرت نے بر وقت با صد نیاز — پڑھی با جماعت ظہر کی نماز

مجاہد تھے سب مقتدی آپ امام — تھے وقفِ سجودِ حقیقت تمام

یہ تھی وہ عبادت یہ تھی وہ نماز — کہ اسلام جس سے ہوا سرفراز

قسم ہے خدا کی یہ سجدے وہ تھے — کہ جن سے شریعت کے رُتبے بڑھے

قسم عشق کی یہ قعود و قیام — بہ عرفانِ حق تھے طریقت نظام

بہ توحیدِ یزداں یہ تھی وہ صلواۃ — جسے کہیئے تفسیرِ ذات و صفات

جو ہیں منزلِ عشق میں تیز گام — ہر اِک گام ہے اُن کا گردوں مقام

بہ سوزِ تجلیّٰ داغِ وفا — ہیں ہستی کے ظلمت کدے کی ضیا

وہ قیدِ تعیّن سے ہیں بے نیاز — نمازِ حقیقت ہے اُن کی نماز

سراپا عبادت ہے اُن کا وجود — وہ ہیں راز دانندۂ ہست بود

بپا حشر ہو یا قیامت اُٹھے — زمیں شق ہو یا آسماں گر پڑے

مہ و مہر ٹکرا کے ہوں چور چور — دو عالم کو کر دے فنا نفخِ صور

مگر اپنی دُھن میں ہیں وہ گام زن
تصرّف میں ہے اُن کے دَورِ زمن

بہر یک نفس ہیں وہ گرمِ نماز
سجود و قعود اُن کے ہیں غم نواز

اِدھر تھے یہ مشغولِ حق سر بسر
اُدھر سے رہے تیر چلتے مگر

ہوئے سخت زخمی نمازی کئی
سعید ابنِ عبداللہ تو اُس گھڑی

شہید ہو کے پہنچے بہ پیشِ خدا
حریمِ تجلّی میں وہ باوفا

ہوئے وصلِ محبُوب سے کامیاب
ہر اِک جلوہ آیا نظر بے حجاب

جنابِ زہیرؓ ابنُ القین کی شہادت

نمازی عبادت سے فارغ ہوئے
ادا کر کے شُکرِ خدا اُٹھ گئے

کُمک تازہ لے کر عدو پھر بڑھا
اور اِک حملۂ سخت اُس نے کیا

زہیر اِس طرف سے بہ عزمِ تمام
مقابل ہوئے لے کے اذنِ امامؑ

ہوئے حملہ زن اِس طرح پے بہ پے
کہ شیرِ غضبناک جیسے بڑھے

بلا تھی زد و خوردِ گردانِ جنگ
گئی تا بہ گردُوں صدائے پرنگ[1]

رواں موجِ خوں تھی سرِ دشتِ کیں
بنی تھی شفق زارِ خاکِ زمیں

زہیرِ جواں مرد و جنگی جواں
لڑے یوں کہ گھبرا گئے دشمناں

---

[1] تلوار۔

یہ کہتا ہے اِک راویِ باصفا　　یہ تھا رجز اُن کا بوقتِ وغا

انا زھیر و انا ابن القین

اذ و وھم بالسیف عن حسین

خبردار میں ہوں زہیر ابنِ قین　　پئے خدمتِ حق غلامِ حسینؑ

میں نوکِ بلارک[ل] سے اپنی ضرور　　کروں گا تمھیں ابنِ حیدرؓ سے دُور

یہ پڑھتے تھے شعر اور تھے گرمِ کار　　بڑا فوجِ دشمن میں تھا انتشار

ہٹیں کھا کے گھونگٹ صفوفِ عدو　　کھڑے کانپتے تھے جو تھے رزم جُو

یہ دیکھا تو پلٹے زہیر ابنِ قین　　کھڑے ہو گئے آ کے نزدِ حسینؑ

رکھا ہاتھ کاندھے پہ اُن کے بہ جوش　　پڑھے پھر یہ اشعارِ عظمت فروش

اقدم ھدیت ھادیا یامھدیا

فالیوم تلقی جدک النبیا

وحسنا والمرتضیٰ علیا

وذا الجناحین الفتیٰ الکمیا

واسد اللہ الشھید الحیا

خدا نے ہدایت تمھیں دی بڑھو　　ملاقات نانا سے اپنے کرو

[ل] شمشیر۔

حسنؑ سے ملو اور علیؓ سے بھی آج
ہے سر پہ تمھارے شجاعت کا تاج

ملو جا کے حمزہؓ سے جعفرؓ سے بھی
جو زندہ ہیں پیشِ خدائے قوی

یہ اشعار پڑھ کر وہ مردِ وفا
بڑھے اور اِک سخت حملہ کیا

مقابل جو آیا ہوا غرقِ خوں
سوار اور پیدل سبھی تھے زبوں

رہے دیر تک خوب گرمِ ستیز
سرِ رزمگہہ جاگ اُٹھی رستخیز

اکیلے تھے لاکھوں میں مصروفِ جنگ
بہت کھائے سینے پہ زخمِ خدنگ

رواں تھی ہر اِک زخم سے موجِ خوں
لہو بن کے بہتا تھا سوزِ دروں

جو دیکھا، ہے زخمی زہیرِ جواں
کثیر[1] اور مہاجر[2] بڑھے ناگہاں

کیا مِل کے دونوں نے حملہ شدید
زہیر ہو گئے فضلِ حق سے شہید

جناب نافعؓ بن ہلال بجلی کی تیر اندازی

ہوئے عازمِ جنگ ابنِ ہلال
جو رکھتے تھے تیر افگنی میں کمال

اُنھوں نے سنبھالے کمان و خدنگ
چلے تیر گونجی صدائے ترنگ[3]

تھے آلودۂ زہر پیکاں تمام
ہر اِک تیر پر اُن کا کندہ تھا نام

نشانے پہ لگتا تھا ہر ایک تیر
اُنھیں داد دیتا تھا گردونِ پیر

۱؎ کثیر ابنِ عبد اللہ شعبی ۲؎ مہاجر ابنِ اوس ۳؎ آوازِ تیر۔

خدنگوں کی زد اس قدر سخت تھی — کہ فوجِ بنِ سعد گھبرا گئی
پڑا جس پہ بے لاگ[1] زخمی ہوا — کوئی مر گیا کوئی تڑپا کیا
جو زخمی تھے اُن کا نہیں کچھ شمار — مگر قتل بارہ ۱۲ ہوئے نابکار
بڑھے ہر طرف سے سوارانِ شوم — لیا گھیر اُنھیں کر کے سب نے ہجوم
کئی زخمِ شمشیر گہرے لگے — کہ بے کار ہاتھ اُن کے دونوں ہوئے
ہوئے سخت وہ عاجز و ناتواں — گرے اُن کے ہاتھوں سے تیر و کماں
تو شمرِ لعیں کر کے ہمّت بڑھا — گرفتار کر کے اُنھیں لے چلا
گیا اُن کو لے کے بہ پیشِ عمر[2] — یہ تھے خوں میں ڈوبے ہوئے سر بسر
دلیرانہ کہتے تھے باصبر و ہوش — کرو شرم اے قومِ ذلّت فروش
گرفتار کیا تم نے مجھ کو کیا — ثبوت اپنی نامردمی کا دیا
نہ ہوتے جو بے کار بازو مرے — تو کیا تم گرفتار کرتے مجھے
کئی میں نے زخمی بہت پُرجفا — بہت سے دئیے خاک و خوں میں ملا
یہ سُن کر ہوا شمرِ دوں خشمگیں — پئے ذبح لی کھینچ شمشیرِ کیں
جو نافع نے دیکھا ہے وقتِ اخیر — زباں ہی سے برسائے دشمن پہ تیر
کہا اے عدوئے خدا سُن ذرا — نہیں شرم تجھ کو تو ہے بے حیا

---

۱ تیر ۲ عمر بن سعد

گرفتار پر تُو اٹھاتا ہے تیغ — نہیں ظلم و طغیاں سے تجھکو دریغ

جو ہوتا مسلماں تو اے زشت خو — نہ کرتا مجھے قتل اِس طرح تُو

خدا کی قسم تجھ کو اسلام سے — نہیں کچھ علاقہ حقیقت یہ ہے

ادا میں کروں کیوں نہ شکرِ خدا — کہ اُس نے مجھے کی یہ نعمت عطا

شریروں کے ہاتھوں کرایا شہید — مرے حق میں یہ روز ہے روزِ عید

بہ صبر و تحمّل یہ کہتے ہوئے — جوارِ الٰہی میں داخل ہوئے

برادرانِ غفّاری[۱] کی بہادری اور شہادت

یہ وہ وقت تھا جب فدایانِ کار — ہوئے دیکھ کہ یہ بہت بے قرار

کہ ہم چند ہیں اور دشمن کی فوج — ہے پھیلی ہوئی دشت میں مثلِ موج

ہے دشوار فوجوں کو اب روکنا — نہیں کوئی تدبیر اس کے سوا

کہ ہم ہو کے پیشِ امامِؑ زمن — لڑیں یوں کہ کر دیں فدا جان و تن

یہ طے کر کے سب مستعد ہو گئے — جو تھے دو برادر غفاری بڑھے

ہوئے حملہ زن کر کے تیغیں علم — شجاعت نے دونوں کے چومے قدم

ستیزہ کُناں تھے بہ تاب و تواں — زباں پر تھے یہ شعر اُن کی رواں

۱ـ عبداللہ اور عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری۔

قد علمت حقا بنو غفّار
وخندف بعد بنی نزار
لنضربن معشر الفجار
بکل غضب صارم بتار
یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار
بالشرفی والقنا الخطار

غفاری[1] نزاری[2] ہیں آگاہ سب — کہ ہم لے کے تیغیں بہ تائیدِ رب
جو فاجر ہیں اُن کو کریں گے زبوں — بہا دیں گے اُن کا سرِ دشت خوں
یہ لازم ہے اے قومِ نصرت قریں — کہ تیغوں سے نیزوں سے در دشتِ کیں
شریفوں کی دل سے حمایت کرو — پئے صدق دو جاں بڑھو اور لڑو
یہ کہہ کہہ کے تا دیر لڑتے رہے — شرابِ شجاعت سے سرمست تھے
جدھر بڑھ گئے لے کے تیغِ دو دم — بہت دشمنوں کے گئے سر قلم
یہاں تک تھے بے خود کہ لڑتے ہوئے — زمیں پر گرے اور شہید ہو گئے

جابری لڑکوں کی شہادت

ترقی پہ شوقِ شہادت تھا یوں — رواں کوئے قاتل میں تھی جوئے خوں

[1] بنی غفار [2] بنی نزار۔

بڑھاتی تھی سوزِ دروں چشمِ نم — جگر تاب تھی گرمیٔ اشکِ غم

شہیدوں کے زخموں کی گُل کاریاں — تھیں صد رشکِ نیرنگیٔ گُلستاں

طنابیں دو عالم کی کھنچتی رہیں — ادائیں غضب رقصِ بسمل کی تھیں

کہ دو جابری بھائی باہم دِگر — بڑھے ہوکے میداں میں سینہ سپر

بہ جوشِ عقیدت تھے گریہ کُناں — تھے دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں

تھے اِس طرح اشکوں سے رُخسار تر — گلوں پر ہوں شبنم کے جیسے گہر

امامِؑ زماں نے جو دیکھا اُنھیں — کہ اشکوں سے آلودہ رُخ اُن کے ہیں

تو کہنے لگے آپ اُن سے کہو — مری جان تم دونوں کیوں روتے ہو

قسم ہے خدا کی یقیں ہے مجھے — وہ لمحے بہت ہی قریب آ گئے

کہ آغوشِ رحمت میں اللہ کی — مکمّل خوشی تم کو مِل جائے گی

یہ آنکھیں تمھاری بہ فضلِ خدا — ابھی ہوں گی ٹھنڈی نہیں شک ذرا

یہ کی عرض دونوں نے اے شاہِؑ دیں — یہ گریہ بحالِ خود ہرگز نہیں

فقط اِس لئے دونوں روتے ہیں ہم — کہ تنہا ہیں آپ اور فوجِ ستم

ہے گھیرے ہوئے آپ کو ہر طرف — ہر اک سمت ہیں اہلِ کیں صف بہ صف

کوئی خدمت خاص ہم اِس گھڑی — بجا لا نہیں سکتے ہیں آپ کی

یہ کہہ کر ہوئے دونوں مصروفِ جنگ
لڑے یوں کہ تھی فوجِ دشمن بھی دنگ

سوار اور پیادے تھے حیرانِ کار
وہ کرتے تھے جب بڑھکے دشمن پہ وار

تو چلا کے کہتے تھے وہ باوفا
سلام آپ پر اے امامِ ہدیٰؑ

جواب اُن کو دیتے تھے پیہم امامؑ
بہ جوشِ محبت علیک السلام

لڑے ڈوب کر بحرِ ہیجا میں یُوں
بہت سے کیا دشمنوں کو زبوں

لگاتے تھے یوں تیغ پہلو شگاف
کہ کٹتے تھے دشمن زِ سر تا بہ ناف

غضب تھی زدِ خنجرِ آب گُوں
پڑی جس پہ وہ ہو گیا غرقِ خوں

سنانیں تھیں مانندِ چشمِ خروس
فضا گردِ میداں سے تھی آبنوس

دلیرانہ تھے ہر طرف حملہ گر
بہت کھائے سینے پہ تیغ و تبر

ہوئے چُور زخموں سے دونوں جری
شہادت کی سر پر گھڑی آگئی

گرے خاک پر دونوں ہنستے ہوئے
حریمِ شہادت میں داخل ہوئے

جنابِ حنظلہؓ بن اسعدؒ کی شہادت

بڑھے حنظلہ سوئے دشتِ وغا
کیا فرضِ تبلیغ پہلے ادا

مخاطب ہوئے اہلِ باطل سے یُوں
سُنو اے غلامانِ دنیائے دُوں

تمہارے ستم کی نہیں انتہا
مجھے ڈر ہے اے قوم نکبت گزیں
نہ ملعون و مغضوب ہو جاؤ تم
نہ مٹ جاؤ یوں اے غریقِ فساد
نہ قومِ جیسے ہوئی نوحؑ کی
مجھے ڈر ہے اس کا کہ روزِ حساب
تمہارا مددگار کوئی بھی تو
حسینؑ ابنِ حیدرؓ کے تم قتل سے
وگرنہ خداوندِ عالم ضرور
تمہیں بزمِ ہستی میں کر کے فنا
یہاں جس کا شیوہ ہے کذب و دروغ
رہے گا وہ کونین میں نامراد
یہ دیکھا جو حضرت نے کر کے نگاہ
خلوص و عقیدت سے ہیں دُرفشاں
سُنو حنظلہ یہ سبھی اہلِ کیں

نہ نازل ہو تم پر عذابِ خدا
کہ اقوامِ ماضی کی طرح کہیں
یہ نسلیں تمہاری نہ ہو جائیں گم
مٹی جیسے قومِ ثمود اور عاد
نہ ہو جاؤ تم بھی معذّب یونہی
نہ ٹھہرو کہیں مستحقِ عذاب
نہ ہوگا وہاں سوچ تو اس کو لو
بچو ہے یہ بہتر تمہارے لئے
تمہیں اپنی رحمت سے کر دے گا دُور
جہنّم کے شعلوں میں پہنچائے گا
نہ بعدِ فنا پائے گا وہ فروغ
کہ نیّت میں جس کی بھرا ہے فساد
کہ سرگرمِ تقریر ہیں حنظلہؓ
تو کہنے لگے اُن سے شاہِ زماںؑ
ذرا بھی نصیحت کے قابل نہیں

نہیں ہے انھیں حق سے کچھ آگہی | سزاوارِ دوزخ کے ہیں یہ سبھی
دکھائی انھیں تم نے راہِ صواب | کہ یہ تا نہ ہوں مستحقِ عذاب
مگر ان سبھوں نے توجہ نہ کی | یہ ہیں وقفِ نادانی و گمرہی
یہ ظلم و ستم تم پہ حملے کئے | بڑے سخت کلمات کہتے رہے
کیا قتل اُن کو جو تھے نیک ذات | ستائش کے قابل تھے جن کے صفات
تو کیا اُن سے پھر تم کو اُمید ہے | پسند اُن کو شیطاں کی تقلید ہے
تم اُس شے کی جانب بڑھو حنظلہ | دو عالم سے ہے جس کا رتبہ بڑا
وہ ایسی ہے اک سلطنت بے زوال | گھٹے گا نہ جس کا عروجِ کمال
اُنھوں نے جو یہ گفتگوئے امامؑ | سُنی تو ادب سے وہ کر کے سلام
سوئے فوجِ دشمن بڑھے اور لڑے | نکالے وہ دل میں جو تھے حوصلے
تھیں حملوں سے اُن کے سراسر تبہ | کبھی میمنہ اور کبھی میسرہ
یہاں تک لڑے با شعورِ خودی[۱] | شہادت کی دولت انھیں مل گئی

جنابِ عابس ابی شبیب کی شہادت

یہ کہتا ہے اک راویِ نیک پے | سر افراز جب حنظلہ ہو چکے

۱۔ خود شناسی۔

تو سیف[1] اور مالک[2] ہوئے رزم جو — شہید ہو کے دونوں ہوئے سُرخرو
پھر عابس گئے بڑھ کے بہرِ جہاد — لگے کہنے آپس میں اہلِ فساد
یہ وہ ہے جواں مردو جنگ آزما — شجاعت کا جس کی ہے چرچا بڑا
بلا شُبہ ہے یہ وہ مردِ جری — مقابل نہیں ہم میں جس کا کوئی
اِسے قتل کرنا ہے دُشوار تر — کرو حملہ سب مل کے باہمدگر
تھے حیران و ششدر سبھی اہلِ کیں — مقابل نہ آتا تھا کوئی لعیں
لرزتے تھے عابس کے تیور سے سب — وہ کرتے تھے پیہم مبارز طلب
مگر فوجِ کوفہ کے چھوٹے بڑے — تھے مانندِ روباہ سہمے ہوئے
اُدھر خوف سے کانپتے تھے جگر — تھا ھل من مبارز کا نعرہ اِدھر
عُمر نے جو دیکھا سپہ کا یہ رنگ — کہ بڑھتا نہیں کوئی بھی بہرِ جنگ
تو چلّا کے کہنے لگا بے حیا — کرو سنگ باری سے اِس کو فنا
ہو عابس پہ پتھراؤ ہر سمت سے — ہر اک سنگ اِس طرح کاری لگے
کہ ٹکڑے ہو اُس کا بدن سربسر — نہ سینہ بچے اور نہ بازو نہ سر
یہ سُن کر جفا کار آگے بڑھے — لگے پتھّروں سے اُنھیں مارنے
ہوئی سنگ باری تو عابس جواں — ہوئے حملہ آور بہ تیغ و سناں

---

[1] سیف بن حارث بن سریع [2] مالک بن عبد بن سریع۔

زرہ تن سے اور خود سر سے اُتار
بہ جوش و غضب ہو گئے گرمِ کار

بڑھے لیکے شمشیرِ سیماب ریز
سر و پائے گرداں ہوئے ریز ریز

بہت سے کئے قتل اعدائے دیں
لہو سے ہوئی سُرخ رن کی زمیں

بالآخر سمٹ آئے دشمن تمام
ہوا اُن کے چاروں طرف ازدحام

مگر یہ بھی با تیغِ شعلہ فشاں
تھے بپھرے ہوئے مثلِ شیرِ ژیاں

یہاں تک لڑے از پئے نام و ننگ
کہ پائی شہادت بہ میدانِ جنگ

اسی طرح اصحابِ حضرت تمام
گئے سُرخرو تا بہ دارالسّلام

دکھائیں ہر اک نے وہ جانبازیاں
کہ حیرت میں ہیں آج تک دو جہاں

تواریخِ عالم ذرا دیکھئے
ہیں درج اُس میں ایسے بہت واقعے

جو ہیں ہر طرح قابلِ آفریں
صداقت میں جن کی ذرا شک نہیں

بہت ایسے گردانِ ہمّت مآب
ہیں گزرے جہاں میں جو تھے انتخاب

وہ سہراب و رستم وہ بیژن وہ سام
وہ گیو وہ گودرز اور وہ رہام

ہے تاریخ میں درج اُن کا بیاں
شجاعانِ عالم تھے یہ بے گماں

ذرا دیدۂ حق نگر سے ولے
حسینی صحابیوں کو دیکھئے

جواب اُن کا دُنیا کی تاریخ میں
کہیں بھی ملے گا نہ ہرگز تمھیں

کہ پیاس اور فاقوں میں دردشت کیں — لڑا کون اُن کی طرح ہے کہیں
بلاشک تھے وہ لائقِ مرحبا — ہزاروں سے اِک اِک مقابل ہوا
اُٹھائی بہ ہمّت بڑی جو کڑی — زباں پر تھا شکرِ خدا ہر گھڑی
غرض جب کہ اصحابِ حضرتؑ تمام — شہید ہو چکے جنگ میں لاکلام
اور آزادِ غم ہو کے وہ خوش نصیب — ہوئے رحمتِ ایزدی سے قریب
تو باقی رہے اب پئے جاں دہی — بنی ہاشم اور خاندانِ نبیؐ

حضرتِ علی اکبر علیہ السّلام کی شہادت

یہ کہتے ہیں اصفہانیٔ[1] خوش سیر — کہ پہلے علی اکبرؓ نام ور
قریب آ کے حضرت سے کہنے لگے — اجازت مجھے جنگ کی دیجئے
بہاؤں سرِ دشت اعدا کا خوں — کروں جا کے دشمن کو خوار و زبوں
تو حضرت نے ہو کر بہت بے قرار — اجازت اُنھیں دی پئے کارزار
مناسب جو ہتھیار تھے جنگ کے — اُنھیں اپنے ہاتھوں سے پہنا دیئے
رکھا سر پہ خود اور چار آئینا — دیا بر میں فرزند کے خود سجا
اُٹھا کر وہ چرمیں کمر بند بھی — جنابِ علیؓ کی نشانی جو تھی

---

[1] علامہ ابوالفرج اصفہانی کہ از اکابر علمائے اہلِ سنّت ہستند۔

کمر میں دیا باندھ کس کر اُسے
کہ تا وہ حصارِ تحفّظ رہے

وہ اسپ سبک سیر گردوں رکاب
کہ تھا نام مشہور جس کا عقاب

سواری میں بیٹے کی دے کر کہا
چڑھو اِس پہ تم اے مِرے مہ لقا

بڑھو اور لڑو یوں بہ راہِ صواب
کہ ہوں تم سے راضی رسالت مآب

نظر کر کے پھر جانبِ آسماں
یہ بولے کہ اے خالقِ دو جہاں

پئے جنگ میں بھیجتا ہوں اِسے
جو تیرے محمدؐ کا ہم شکل ہے

کبھی جب ستاتا تھا سوزِ دروں
کہ نانا کی اپنے زیارت کروں

تو میں صورت اِس اپنے فرزند کی
ذرا دیکھ لیتا تھا با صد خوشی

سُنی جب یہ اہلِ حرم نے خبر
جنابِ علی اکبرؑ خوش گہر

روانہ پئے جنگ ہوتے ہیں اب
تو رونے لگیں بیبیاں سب کی سب

صدا واعلیّاہُ وا فاطما
بلند ہو رہی تھی بہ آہ و بُکا

چلے جنگ کو ہم شبیہِ رسولؐ
تڑپتی تھی رُوحِ جنابِ بتولؓ

بہ حُسنِ بلاغت بہ لُطفِ بیاں
یہ تھا رجز اُن کی زباں پر رواں

انا علی ابن الحسینؑ ابنِ علیؓ
من عصبة جد ابیهم النبیؐ

واللہ لا یحکم فینا ابن الدعی
اطعنکم بالرمح حتیٰ ینثنی
اضربکم بالسیف احمی عن ابی
ضرب غلام ھاشمی علوی

علی ہوں میں فرزندِ ابنِ علیؓ زیادہ ہوں حقدارِ قربِ نبیؐ
قسم ہے خدا کی یہ سُن لو ذرا نہیں باپ کا جس کے کچھ بھی پتا
حکومت کرے ہم پہ ممکن نہیں وہ ابن الدعی[1] اور مردُودِ دیں
چلاؤں گا تم پر میں تیغ و سناں حمایت میں اپنے پدر کی یہاں
دکھاؤں گا وہ فنِ تیغ افگنی جو ہے لائقِ عظمتِ ہاشمی
جوانانِ علوی کے شایانِ شاں چلاؤں گا میں تیغِ آذر فشاں
یہ افواجِ کوفہ سے کہتے ہوئے بڑھے اور شجاعانہ لڑنے لگے
سمٹ آئیں فوجیں پڑا سخت رن شبیہہِ پیمبرؐ تھے یوں حملہ زن
کہ لرزی زمیں کانپ اُٹھا آسماں گہہ تیغ سے گہہ بہ نوکِ سناں
مقابل کو کرتے تھے اپنے زبوں زمیں کیا فضا بھی ہوئی لالہ گوں
نہ قائم رہے فوجِ دشمن کے ہوش ہٹے سخت گھبرا کے فولاد پوش

---

[1] ولدالزنا۔

جدھر پڑ گیا ایک ہلکا بھی ہاتھ — کٹے چار آئینے جوشن کے ساتھ

جگر تاب تھے نعرہ ہائے بلند — قیامت تھی اِک جست و خیزِ سمند

پڑی چوٹ جس پر سُمِ اسپ کی — کٹا اُس کا تن جاں بھی زخمی ہوئی

تھا بسمل کوئی در تہِ خون و خاک — کسی کا تھا لرزاں تنِ زخمناک

غُبارِ زمیں یوں اُڑا دمبدم — مکدّر ہوا طاسِ روئینہ خم

یوں ہٹتی تھی گھبرا کے دشمن کی فوج — کہ جس طرح گرتی ہے موجوں پہ موج

قیامت تھا ہر نعرۂ خشمگیں — لرزتی تھی رہ رہ کے رن کی زمیں

جگاتا تھا ان کو شجاعت کا زور — تھا پیلِ دماں سامنے اُن کے مور

جوانوں کے پہلو وہ ضربِ سناں — دلیروں کے سر اور گرُزِ گراں

کروں کیا میں تعریفِ جنگ و جدال — یہ تھا ہم شبیہ پیمبرؐ کا حال

بہ جوشِ شجاعت سرِ دشت کیں — گرجتے تھے مانندِ شیرِ عریں

ہر حملہ پہ کہتے تھے "احسن" ملک — تحیّر میں تھا نیزہ بازِ فلک

بہ ہر صف وہ اندازِ خصم افگنی — خجل جس سے تھے بازوئے بہمنی

چمکتی تھی یوں تیغِ آئینہ تاب — فضا میں رواں جیسے موجِ شہاب

یہ بڑھتے رہے تیغ چلتی رہی — مگر حد سے جب بڑھ گئی تشنگی

تو لوٹے اور آئے قریبِ امامؑ
اگر پیاس کرتی نہ مجھ کو زبوں
کہ بچتا نہ آج ایک بھی پُر فتن
ذرا بھی نہ گھبراؤ اے میری جاں
وہ لمحہ بہت ہی قریب آگیا
پلائیں گے تم کو وہ جامِ طہور
نہ آزار دے گی تمھیں تشنگی
ذرا میرے فرزندِ تشنہ دہاں
زباں جب علی اکبرؑ تشنہ کی
تھیں یوں خستہ و خشک دونوں زباں
لگے کہنے اکبرؑ زباں آپ کی
یہ کہہ کر سُوئے فوجِ دشمن پھرے
لگاتے تھے موقع سے در دشتِ کیں
جو ہوتا تھا اُن سے نبرد آزما
کہ جیسے فضا میں برائے عذاب

لگے کہنے اِس طرح بعدِ سلام
یہاں تک بہاتا میں اعدا کا خوں
یہ دیکھا تو بولے امامؑ زمن
ہے صبر و تحمّل کا آج امتحاں
کہ ہاتھوں سے اپنے رسولِ خدا
کہ پھر بعد جس کے بہ ربِّ غفور
کہ مِل جائے گی دائمی سر خوشی
مرے منھ میں رکھ دو تم اپنی زباں
دہانِ مبارک میں حضرتؑ نے لی
کہ بے آب جیسے ہوں دو مچھلیاں
ہے میری زباں سے بھی سُوکھی ہوئی
اور ہر گام پر رستمانہ لڑے
پلا رک کہیں اور نیزہ کہیں
تو بڑھتی تھی یوں اُس کی جانب قضا
شیاطیں کی جانب ہوں پرّاں شہاب

شجاعانہ انداز سے دمبدم — تھے یوں حملہ فرما بہ فوجِ ستم
سروپا کی اپنے نہ تھی کچھ خبر — تمنّا شہادت کی تھی اِس قدر
کہ کھا کھا کے سینے پہ تیغوں کے وار — ادا کرتے تھے شکرِ پروردگار
تھا خوں بار زخموں سے رنگیں بدن — بہاروں میں جیسے چمن گُل فگن
ہر اِک زخم سے بہہ رہا تھا لہُو — یہ دیکھا تو آگے بڑھے زِشت خُو
کئے حملے ہر سمت سے متّصل — یہ تیورائے اور ہوگئے مضمحل
اُنھیں دیکھ کر سخت مجروح و زار — کیا ابنِ منقذ نے پیچھے سے وار
شہید اُس کی زد سے ہوئے اور گرے — صدا دی کہ یا شاہِ دیںؑ آئیے
یہ آواز زینبؓ نے جس دم سُنی — نِکل آئیں[2] خیمے سے روتی ہُوئی
تھیں اِس طرح پیہم وہ گرمِ فغاں — دُھواں بن کے اُٹھتا تھا دردِ نہاں
اُنھیں خیمے میں شاہِ دیںؑ لے گئے — کہا شکرِ مولا بہن کیجئے
چلے آئے پھر آپ با دردو یاس — شہید و سرافراز بیٹے کے پاس
جو دیکھا کہ ہے پارہ پارہ بدن — ہے ڈوبا لہو میں وہ گُل پیرہن
نہ صبر و تحمّل کی طاقت رہی — مگر ضبطِ غم سے نہ کی آہ بھی
زباں پر مگر آپ کی بار بار — تھا جاری فقط شکرِ پروردگار

۱؎ مرّہ ابن منقذ العبدی ۲؎ ابنِ جریر۔

اُٹھا کر سرِ دوش لاشِ پسر — چلے سوئے خیمہ شہِ بحر و بر
دل و جاں تھے ہر اک قدم پر تپاں — تھا ہر سانس کی تہ میں دُودِ فغاں
خوں آلودہ لاشے کو فرزند کے — سراپردۂ خاص میں لے گئے
بہ صبر و تحمّل بہ قلبِ سلیم — پھر اپنی جگہ پر ہوئے مستقیم
شہِ دیںؑ کا یہ مرتبہ دیکھ کر — فرشتے بھی حیرت میں تھے چرخ پر
یونہی گرم بازار تھا جنگ کا — کہ عبداللہ[1] اور جعفرِ[2] باوفا
لڑے اور شہادت کے رُتبے لئے — پئے جنگ پھر عبدالرحمٰن[3] بڑھے
فنا ہو کے وہ بھی بہ عشقِ خدا — ہوئے مستحقِ ثواب و عطا
محمّد[4] بنِ مسلم جنگ جو — لڑے اور ہوئے وقت پر سرخرو
یونہی بڑھ کے عبداللہ ابنِ عقیل — ہوئے دے کے جاں امرِ حق کی دلیل
بڑھے بعد پھر اُن کے موسیٰ[5] جواں — شہید ہو کے پہنچے بہ دارالاماں
پھر عونؑ[6] و محمّد[7] پئے کارزار — گئے سوئے میداں ہوئے گرمِ کار
شہادت کے رُتبے اُنھیں بھی ملے — کھلا بابِ فردوس اُن کے لئے
اِسی طرح یہ فاطمی، ہاشمی — ہوئے فدیہ سب در رہِ ایزدی
بڑے مرتبوں پر یہ فائز ہوئے — مقاماتِ قدسی اُنھیں مِل گئے

---

[1] عبداللہ ابنِ مسلمؓ [2] جعفر ابن عقیلؓ [3] عبدالرحمٰنؓ ابن عقیل [4] محمد بن مسلمؓ [5] موسیٰؓ بن عقیل [6] عون ابن عبداللہ ابنِ جعفر [7] محمد ابن عبداللہؓ ابن جعفر۔

حضرت قاسم علیہ السّلام کی شہادت

ترقی پہ تھی گرمیٔ کارزار — کہ مہرِ فلک بعدِ نصف النّہار
شعاعوں کے رُخ کو بدلنے لگا — شباب اُس کا آہستہ ڈھلنے لگا
ابھی تک مگر تھا تپش آفریں — تھی شعلہ فشاں کربلا کی زمیں
بگولوں کے دامن میں ریگِ رواں — تھا یوں جیسے بادل میں ہوں بجلیاں
تھی ہر لمحہ وقفِ تپش کائنات — ترقی پہ تھا اضطرابِ حیات
لپٹ بادِ صرصر کی تھی شعلہ تاب — تھا خیموں کے سائے میں بھی التہاب
زمیں آبنوسی فضا شعلہ گوں — تھا ہمرنگِ گوگردِ دونِ دُوں
پگھلتے تھے گرمی سے چار آئینے — شرر ریز خفتان و جوشن ہوئے
حسینی تھے سب پیاس سے دردمند — صدا العطش کی تھی ہر سو بلند
کہ ابنِ حسنؑ قاسمِ خوش لقا — قریب آئے حضرت کے اور یوں کہا
اجازت مجھے دیجئے جنگ کی — یہی ہے مری آرزوئے دلی
فدا ہو کے میں آپ پر اے جناب — شہادت کی دولت سے ہوں بہرہ یاب
تو شاہِؑ دو عالم نے باچشمِ نم — اجازت اُنھیں دی بصد درد و غم

سوار ہو گئے ابنِ حسن یوں چلے — کہ جس طرح سورج اُفق سے بڑھے
عیاں رُوئے زیبا سے تھی فرخی — شکستہ تھی ڈوری بھی اِک نعل کی
زباں پر رجز ہاتھ میں تیغِ تیز — وہ ہلتے ہوئے گیسوئے مشک بیز
کہ خوشبو سے جن کی معطّر فضا — لگی بُوئے گُل کہنے صلِّ علیٰ
تجلّیٔ رُخ اور شجاعت کا جوش — تھے مِل کر بہم دونوں جنّت فروش
تھے میداں میں یوں قاسمِ نوجواں — کہ حور جیسے وقتِ سحر ضوفشاں
بڑھے ہر طرف سے سوارانِ شوم — ہوا گردِ قاسمؑ سپہ کا ہجوم
وہ بانگِ یلاں اور صہیلِ فرس — قیامت کا میداں بنا اسپ رس[2]
وہ نیزے وہ خنجر وہ گرزِ گراں — جنھیں دیکھ چکرا گیا آسماں
جدھر حملہ کرتے تھے ابنِ حسنؑ — ٹھہرتے نہ تھے اُس طرف حیلہ فن
بہ ہمّت جو ہوتا تھا گرمِ ستیز — تو ملتی نہ تھی اُس کو راہِ گریز
جوانانِ کوفی و گردانِ شام — جو بڑھتے تھے کھاتے تھے چوٹیں تمام
کئی سَر برآوردہ جنگی جواں — ہوئے نذرِ شمشیرِ آتش فشاں
دکھائی وہ قاسمؑ نے تیغ افگنی — کہ ہمّت دلیروں کی پست ہو گئی
بنِ سعد ازرق سے کہنے لگا — کہ اے مردِ فن گردِ جنگ آزما

---

۱ ابن جریر ۲ میدانِ جنگ۔

ہے تیری شجاعت کی ہر سمت دُھوم
تِرے فن کا شہرہ ہے تا شام و رُوم

مقابل ہوا ابنِ حسنؑ سے ذرا
ہُنر اپنی تیغ افگنی کے دکھا

وہ کہنے لگا ہو کے کچھ خشمگیں
کِسی طرح بھی یہ مناسب نہیں

کہ میں طفلِ نو خاستہ سے لڑوں
اور الزامِ بے غیرتی سر پہ لُوں

کوئی بھی جو ہوتا مقابل مِرا
تو لڑنا مِرا اُس سے ہوتا بجا

نہ کھینچوں گا میداں میں تلوار میں
لڑوں گا نہ لڑکے سے زنہار میں

مِرے چار فرزند ہیں پیل تن
دلیر و جوانمرد اور صف شکن

وہ ہیں راز دانانِ جنگ و جدال
مِری طرح اُن کو ہے حاصل کمال

اُنھیں میں سے بس ایک فرزند کو
پئے جنگ میں بھیجے دیتا ہوں لو

غرور و تبختر سے دے کر صدا
بلایا اُسے تھا جو سب سے بڑا

کہا اُس سے آزرق نے فرزندِ من
وہ دیکھو ہے میداں میں ابنِ حسن

بڑھو اور لڑو اُس سے تم بے خطر
کرو قتل اُس کو بہ تیغ و تبر

یہ سُن کر ڈپٹ اسپ کو بے دریغ
سنبھالے ہوئے گرز و برندہ تیغ

بڑھا جانبِ قاسمؑ نوجواں
اِدھر یہ بھی با تیغِ آذر فشاں

مقابل ہوئے اُس کے با صد وقار
تو دونوں طرف سے لگے ہونے وار

تھے حملوں پہ حملے بہ آئینِ حرب — قیامت تھی نیزوں کی تیغوں کی ضرب
نہ ہوتا تھا حربہ کوئی کارگر — زد و خورد پیہم تھی باہمدگر
سنبھل کر ستمگر نے نیزہ لیا — اور اک وار ابنِ حسنؑ پر کیا
انھوں نے لیا تیغ پر اس کو روک — جھکا وہ ذرا کھا کے گھوڑے کی جھوک
تو قاسمؑ نے شمشیرِ الماس گوں — لگائی بہ موقع ہوا وہ زبوں
کمر پر پڑی یوں وہ تیغِ دو دم — ہوا کٹ کے دو اور گیا تا عدم
ہوا چشمِ ازرق میں عالم سیاہ — کہا دوسرے سے بہ حالِ تباہ
تو جا اور عوض اپنے بھائی کا لے — یوں ہو جنگ پیرا کہ عزت رہے
چلا دوسرا بھائی با صد جلال — دکھائے بہت اس نے اپنے کمال
مگر پیشِ قاسمؑ تھا حیرانِ کار — لرزتا تھا رہ رہ کے وہ بدشعار
نہ ہوتی تھی ہمت کہ حملہ کرے — یونہی اس کو قاسمؑ لگائے رہے
بالآخر پرندِ[۱] شعلہ فگن — پڑی سر پہ ٹکڑے ہوا اس کا تن
تھے حیرت میں قاسمؑ بھی یہ دیکھ کر — تپاں مرغِ بسمل تھا اک خاک پر
جو فرزندِ سوئم نے دیکھا یہ حال — چلا وہ بھی میداں کو بہرِ قتال
ادھر سے بڑھے قاسمِؑ نوجواں — سنبھالے ہوئے نیزۂ جاں ستاں

---

۱ تلوار۔

ہوئے متصل اور حملہ کیا — نہ توڑا اُس سے نیزے کی زد کا ہُوا

تھے قلب و جگر اُس کے سہمے ہوئے — وہ سمجھا کہ بجلی گری چرخ سے

پڑا رُخ پہ نیزہ سپر توڑ کر — گئے دانت ٹوٹ اور وہ بدگُہر

گرا ہو کے اُلٹا برُوئے زمیں — فنِ جنگِ قاسمؑ پہ صد آفریں

پئے جنگ جو تھا بھی آگے بڑھا — قریب آ کے گھوڑے کو جولاں کیا

سنبھلنے بھی پایا نہ تھا بے ادب — کہ قاسمؑ نے بڑھ کر بہ طیش و غضب

کیا وارِ شمشیرِ خوں ریز کا — سرِ زیں وہ کٹ کر دو پارہ ہوا

یہ دیکھا جو ازرق نے چاروں پسر — ہوئے قتل بولا بہ سوزِ جگر

مرے دل کی تسکیں تھے بیٹے مرے — ہے افسوس چاروں ہی مارے گئے

مجھے اب نہیں خواہشِ زندگی — بہار اپنی نذرِ خزاں ہو گئی

ٹھہرنا ہے دم بھر بھی اب مجھکو شاق — بڑھوں خصم کا دوں مٹا طمطراق

میں دوں گا نہ قاسمؑ کو مہلت ذرا — کہ سر کاٹ کر اُس کا لے آؤں گا

یہ کہکر مسلّح ہوا نابکار — لیا نیزہ اور خنجرِ آب دار

کمانِ کیانی رکھی دوش پر — تھے ترکش میں سب تغلقِ تیز پر

زرہ بر میں اور خود سر پر رکھا — جھلم رُخ پہ بازو پہ جوشن سجا

سوار ہو کے شبدیزِ چالاک پر — بڑھا سوئے میداں بصد کرّ و فر
صدا رعد کی تھی کہ اُس کا غریو — گرجتا تھا رہ رہ کے مانندِ دیو
یہ قاسمؑ سے کہتا ہوا وہ بڑھا — سنبھل اب تُو اے طفلِ ناداں ذرا
کروں گا تہِ تیغ تجھکو ابھی — تِری موت سر پر تِرے آ گئی
مِرے چار بیٹے جری تیغ زن — کہ تھے ہر طرح زینتِ انجمن
کئے قتل تُو نے بہ میدانِ کیں — تجھے میں نہ چھوڑوں گا زندہ کہیں
اگر چرخ پر تو اماں کوش ہو — بہ زیرِ زمیں یا کہ رُوپوش ہو
بہ کوہ و بہ دشت و بہ دریائے آب — چھُپے جا کے تُو یا بہ موجِ سحاب
پناہ دے سکے گا نہ کوئی تجھے — نہ تُو بچ سکے گا مِری تیغ سے
یہ سُن کر کہا اُس سے قاسمؑ نے یُوں — بہت بڑھ گیا حد سے تیرا جنوں
یہ دعویٰ یہ پندار اور یہ غرور — نشانِ جہالت ہیں اے بے شعور
جو ہیں مردِ میداں وہ عظمت قریں — وہ لیں دوں کی یہ اُن کا شیوہ نہیں
غرور و تکبر تو اے خفتہ پے — جو بزدل ہیں زیبا ہے اُن کے لئے
دو عالم میں ہونگے وہی سرفراز — جو ہیں زندگی میں سراپا نیاز
نہ کر اپنے بیٹوں کا غم اِس قدر — تجھے بھی بہت جلد اے فتنہ گر

میں پہنچا کے چھوڑوں گا اُنکے قریب ۔ تجھے ہوگا اب وصل اُن کا نصیب
یہ سُنتے ہی وہ غیظ میں آگیا ۔ ذرا ہٹ کے گھوڑے کو جولاں کیا
پھر آکر برابر ہوا رزم جُو ۔ اُدھر سے بڑھے قاسمؑ نیک خو
مسلسل کئی وار اُس نے کئے ۔ مگر سب ہی قاسمؑ نے خالی دیئے
اِدھر سے بھی ہوتا تھا جو اُس پہ وار ۔ وہ دیتا تھا خالی اُسے بد شعار
جما تھا سرِ زیں بہ تاب و تواں ۔ بہ غرّش تھا ہمرنگِ پیلِ دماں
بہ غیظ و غضب جب وہ مانندِ دیو ۔ اُٹھاتا تھا نیزہ بہ شور و غریو
تو حضرت ادھر سے بصد اضطرار ۔ یہ کہتے تھے قاسمؑ سے ہاں ہوشیار
رکھو دھیان اپنا زدِ نیزہ پر ۔ بچائے رہو اِس سے قلب و جگر
اِس آواز سے قاسمؑ نوجواں ۔ کچھ اِس طرح پاتے تھے تاب و تواں
کہ کرتے تھے حملہ بہ جوش و خروش ۔ نہ رہتے تھے قائم مخالف کے ہوش
کوئی بند ازرق سے بندھتا نہ تھا ۔ قیامت کا گویا کہ تھا سامنا
اِک آفت تھا دونوں کی ضربوں کا ڈھنگ ۔ جسے دیکھ ترکِ فلک بھی تھا دنگ
یوں پڑتی تھیں باہم سناں پر سناں ۔ کہ اُڑتی تھیں نوکوں سے چنگاریاں
پیاپے تھی نیزوں کی ردّ و بدل ۔ کوئی چوٹ پڑتی نہ تھی برمحل

زدوں پر زدیں اِس طرح پڑ گئیں — کہ لڑ لڑ کے ڈانڈیں شکستہ ہوئیں

تگ و پو میں دونوں کے رہوار تھے — پسینے میں تر ہو کے گھبرا گئے

فلک تک اُڑی گردِ میدانِ جنگ — تھا بدلا ہوا چرخِ گرداں کا رنگ

وہ مرحب کی صورت تھا کفرِ جلی — یہ تھے کُلِ اسلام مثلِ علیؓ

جب ازرق نے دیکھا کہ گرز و تبر — نہ کچھ ہو سکے وقت پر کارگر

شکستہ ہوئے سر بسر نیزے بھی — نہ کام آئے ناچخ نہ خنجر کوئی

کمان و خدنگ اور زنبورہ[1] تیز — بنا ورد گہہ ہو چکے ریز ریز

تو وہ کھینچ کر تیغِ شعلہ فشاں — بڑھا جانبِ قاسمؑ نوجواں

اِدھر سے بڑھے یہ بھی لے کر پرنگ[2] — دو رویہ سوارانِ میدانِ جنگ

بہ حیرت تھے محوِ نظارہ تمام — یہ گھبرا کے قاسمؑ سے بولے امام

سنبھل وقتِ خطرہ ہے اے جانِ من — بہ عزمِ جواں تیغ برّاں بہ زن

یہ مانا کہ ہے غلبۂ تشنگی — مگر ہے تحمّل کی قوّت بڑی

فضا میں جو لہرائی برقِ تپاں — تو قاسمؑ نے فوراً بہ تاب و تواں

سپر پر لیا روک دشمن کا وار — سنبھلنے بھی پایا نہ تھا نابکار

کہ اِس سمت سے تیغِ شعلہ فگن — پڑی جا کے سر پر کٹا اُس کا تن

---

[1] نوعے از اسلحہ وپیکان تیر [2] شمشیر۔

تھی بجلی نہ خود و سپر سے رُکی ‎ نکل صاف دامِ زرہ سے گئی
دو ٹکڑے ہوا ازرقِ بدحواس ‎ جہنم میں پہنچا وہ بیٹوں کے پاس
بنِ سعد نے دیکھ یہ ماجرا ‎ کہ ازرق بھی میداں میں مارا گیا
کہا اپنی فوجوں سے بڑھ کر لڑو ‎ بہ ہر سمت قاسمؑ کو تم گھیر لو
سنبھلنے کی مہلت نہ دو تم اُسے ‎ یہ سُنتے ہی اہلِ جفا بڑھ گئے
تھے ابنِ حسنؑ فوج کے درمیاں ‎ قمر جیسے ہالے میں ہو ضو فشاں
جدھر حملہ کرتے تھے جوں شیرِ نر ‎ صفیں ہٹ کے ہوتی تھیں زیر و زبر
زمیں خوں کی موجوں سے تھی لالہ فام ‎ ہراساں و ترساں تھے گردانِ شام
ہزاروں میں تنہا کا عزمِ جدال ‎ یہ کہتے تھے دشمن بھی ہے بے مثال
لڑا بھوک اور پیاس میں کون یوں ‎ کیا کس نے یوں دشمنوں کو زبوں
لڑے بے خودانہ یہاں تک یہ جوش ‎ نہ باقی رہا اپنی ہستی کا ہوش
رواں تھی ہر اک زخم سے موجِ خوں ‎ ہوا تھا بدن سر بسر لالہ گوں
سرِ زیں سنبھلنا بھی مشکل ہوا ‎ یہ ازدی[1] نے دیکھا تو آگے بڑھا
کیا اُس نے شمشیر کا ایک وار ‎ تو گھوڑے سے قاسمؑ بصد حالِ زار
زمیں پر گرے کہہ کے ہائے چچا ‎ سُنی جبکہ حضرت نے اُن کی صدا

---

[1] عمر بن سعد ازدی۔

تو جھپٹے سوئے رزمگہہ کی نہ دیر اور ازدی پہ حملہ کیا مثلِ شیر
نہ خالی گیا یہ غضب ناک وار گرا کٹ کے ہاتھ اُس کا مثلِ خیار
وہ چلّا کے کہنے لگا بے حیا بچاؤ مجھے دوستو! میں مَرا
بڑھی فوج اُس کی مدد کے لئے امامؑ زماں نے مگر پے بہ پے
وہ حملے کئے سخت اور بے پناہ کہ گھبرا کے پیچھے گئی ہٹ سپاہ
یہاں تک بڑھی فوج کی ابتری دیا روند ازدی کو خود آپ ہی
ہوا جسم گھوڑوں کی ٹاپوں سے چُور گیا قعرِ دوزخ میں وہ بے شعور
یہ کہتا ہے راوی چھٹا جب غبار تو دیکھا یہ میں نے شہؑ نامدار
ہیں تنہا کھڑے لاشِ قاسم کے پاس اور اِس طرح کہتے ہیں بادرد و یاس
کیا قتل جن سرکشوں نے تجھے یقیناً ہلاکت ہے اُن کے لئے
وہ نانا کو تیرے بہ روزِ حساب نہ اِس ظلم کا دے سکیں گے جواب
قسم ہے خدا کی بھتیجے مِرے جگہ ہے یہ حسرت کی میرے لئے
مجھے تو مدد کے لئے دے صدا مگر میں نہ پہنچا سکوں فائدا
مِرے ہر طرف جمع ہیں اہلِ کیں یہاں دوست کوئی بھی میرا نہیں
یہ کہہ کر اُٹھائی بھتیجے کی لاش اگرچہ تھے قلب و جگر پاش پاش

چلے باتحمّل سُوئے خیمہ گاہ — زباں پر تھا ہر لحہ شُکرِ الٰہ

رکھی تھی جہاں لاشِ اکبرؑ وہیں — رکھا لاشۂ قاسمؑ مہ جبیں

برابر تھے یوں دونوں گُل پیرہن — ہم آغوش ہوں جس طرح دو چمن

تھے زخموں سے تن اُن کے رشکِ بہار — عروسانِ جنّت تھے اُن پر نثار

خموشی سے حُسنِ تبسّم عیاں — سکوت اُن کا تقدیر کا رازداں

شہادت سے قاسمؑ کی حضرت کا دل — ہوا سخت بے چین اور مضمحِل

اگرچہ تھا حد سے سوا اضطراب — مگر ضبطِ غم اور اُمیدِ ثواب

تھے دونوں اُس عالم میں پہنچے ہوئے — کہ جو حدِ ادراک سے ہے پرے

اگرچہ بظاہر شۂ بحر و بر — نظر آرہے تھے تپیدہ جگر

مگر اُن کی تسکینِ دل کا مقام — تھا آغوشِ رحمت میں عرفاں نظام

یہ صبر و تحمّل یہ ضبط و قرار — تھے اُن کے لئے بخششِ کردگار

شہادت سے قاسمؑ کی سب ہاشمی — جو باقی تھے از خاندانِ نبیؐ

ہوئے مضطرب اور بہ شوقِ ستیز — بڑھے رزمگہ کی طرف تیز تیز

شہادت کی دل میں تمنّا لئے — رہِ عشقِ مولا میں کھوئے ہوئے

وہ عبد[1] اللہ اور احمد ابنِ حسن — وہ عثمان[2] و جعفر[3] کہ تھے تیغ زن

---

[1] عبداللہ الاکبر ابنِ حسن [2] عثمان ابنِ علی [3] جعفر الاکبر ابنِ علی۔

وہ عونؔ ابنِ حیدر شجاعت نواز
اور عبداللہ ابنِ علی سرفراز
لڑے سب یہ میداں میں باصد خوشی
ملی اُن کو وہ دولتِ سرمدی
فرشتوں کو بھی جو کہ حاصل نہیں
ہوئے رحمتِ حق میں خلوت گزیں

حضرتِ عبّاس علیہ السّلام کی شہادت

یہ حضرت نے دیکھا بصد اضطراب
کہ سب چرخِ تقدیس کے آفتاب
غروب ہو چکے دن میں بعدِ ظہر
نہیں اِن میں سے کوئی آتا نظر
نظر سے ہوئے اُن کے جلوے نہاں
وہ اب اور عالم میں ہیں ضوفشاں
فقط ایک عبّاسؓ ہیں سامنے
بُلا کر اُنھیں پاس کہنے لگے
مِرے بھائی اہلِ حرم سب کے سب
اور ہم تم بھی ہیں دیکھئے تشنہ لب
تڑپتے ہیں بچّے بھی باحالِ زار
نہیں پیاس سے اُن کو دم بھر قرار
یہ مشکیزہ لو اور سوئے فرات
بڑھو پانی شاید کہ آجائے ہات
یہ سُنتے ہی عبّاسِؓ عالی مقام
چلے سوئے دریا بہ حکمِ امامؑ
جو دیکھا ستمگر بن سعد نے
کہ عبّاسؓ دریا کی جانب چلے
تو چلّا کے کہنے لگا کوفیو!
اُنھیں جانبِ نہر جانے نہ دو

جو اِک قطرہ پانی اِنھیں مِل گیا — تو پھر معرکہ سخت ہو جائے گا
سُنا یہ تو افواجِ لعنت گزیں — اُمڈ آئیں اور سُوئے دریا بڑھیں
لبِ نہر فوجوں سے یُوں چھُپ گیا — سرِ کہکشاں جس طرح ہو گھٹا
فرات اور عبّاسؓ کے درمیاں — جما آ کے اِک لشکرِ بے کراں
عراقی و کوفی و شامی تمام — بڑھے کر کے چاروں طرف ازدحام
تھا میداں میں اِک عالمِ رستخیز — عَلم کر کے عبّاس بھی تیغِ تیز
ہوئے اِس طرح فوج پر حملہ گر — گرے باز جیسے عصافیر پر
غضب ابنِ حیدرؓ کا تھا دبدبہ — تڑپتی تھی تلوار جوں صاعقہ
لرزتے تھے رہ رہ کے گردانِ شام — تھا دامِ قضا اُسکے جوہر کا دام
ہر اِک سمت تھا اُس کی ضربت کا شور — تھے بگڑے ہوئے اہلِ باطل کے طور
چمک اِس قدر اُس کی تھی جانگسل — جگر کانپتے تھے لرزتے تھے دل
پہنچتی تھی سر کاٹ کر تا گلو — دم اپنا بڑھاتی تھی پی کر لہو
مقابل کا بچتا تھا سر اور نہ دوش — نہ محفوظ میداں میں تھے درع پوش
تھے نیزوں کی ڈانڈوں کے پُرزے اُڑے — کمانوں کے گوشے بھی ٹکڑے ہوئے
صفوں پر تھی اِس طرح وہ شعلہ ریز — کہ ہو صاعقہ جیسے ہنگامہ خیز

زرہ اور خود اور چار آئینے — پگھلتے تھے پیہم تفِ تیغ سے
رجز خواں تھے عباسِ جنگی جواں — یہ اشعار تھے اُن کے وردِ زباں

نحن الفواضل نسل الھاشمیات
لسفك دمائکم لحدا المشرفیات
یاآل اللئام وابناء الرعیان
یاجدنالو تریٰ ھٰذی الذریات
یاخیر عصبة قد جادت بانفسھا
حتی یارض الغاضریات
الموت تحت ذباب السیف مکرمة
اذا کان من بعدہ اسکان جنات
لاتاسفن علی الدنیاولذتھا
فعندجدی تعفرکل زلات

وہ تلوار ہیں نسلِ ہاشم کی ہم — کہ جن کا سرِ جنگ خم اور رجیم
پیئے گا یقیناً تمھارا لہُو — سُنو اے سفیہانِ بے آبرو
مصیبت کہ جو ہم پہ اِس وقت ہے — رسولِ خداؐ اس کا ٹکے دیکھتے

کہ کس طرح آج اُن کی اولاد پر ستم کر رہے ہیں تمام اہلِ شر

شہیدوں کو کرتے تھے پھر یوں خطاب کہ اے رہروانِ طریقِ صواب

یہاں تم نے جو کی ہیں قربانیاں وہ مقبولِ حق ہو گئیں بے گماں

سرافراز تم ہو گئے ہو سبھی تمھیں مِل گئی جاوداں زندگی

صداقت کی خاطر فداکاریاں ہیں دونوں ہی عالم میں عزت نشاں

سراسر ہے وہ موت رحمت نظام کہ جس کا نتیجہ ہو دارالسلام

یہ دنیا اور اِس کا غلط اقتدار نہیں ہے نہیں قابلِ اعتبار

ہے دُنیا کی لذّت کا افسوس کیا کہ فانی ہے اِس کا ہر اِک مرتبا

ہمارے جد اُن کی شفاعت ضرور کریں گے قیامت کے دن بے قصور

جنھوں نے کہ دی جان حق کے لئے دو عالم میں ہیں اُن کے رُتبے بڑے

یہ سُنکر جوانانِ کوفہ و شام سمٹ کر بڑھے ہر طرف سے تمام

گھرا شیرِ نر حلقۂ فوج میں مگر مچھ[1] ہو جُوں گردشِ موج میں

دکھایا وہ تیغ افگنی کا کمال کہ دشمن گئے بھُول جنگ و جدال

بلا تھی زدِ نیزۂ جانستاں نہ بچتا تھا جوشن نہ برگستواں

رسالوں نے کھایا جو گھونگٹ ہٹے ذرا بھی نہ میداں میں قائم رہے

---

[1] اہلِ فارس مگرمچ می گویند شفیع اثر گفتہ گردن شکستہ کہ بہ نسبت وزیر ادست از پائے تا بسر چوں مگرمچ ہمہ گلو ست۔

تو مارد[1] یہ چلّا کے کہنے لگا — تمھیں اے جوانو! یہ کیا ہو گیا
تم اِک بھوکے پیاسے سے گھبرا گئے — ذرا دیر بھی تو نہ جم کر لڑے
کہا اُس سے شمرِ لعیں نے کہ تُو — مناسب یہ ہے اِس کے ہو روبرو
تجھے بھی یہ معلوم ہو جائے گا — کہ اِس بھوکے پیاسے کے دم خم ہیں کیا

ماردؔ کی گفتگو

یہ سُنتے ہی ماردؔ نے موڑی عناں — چلا سُوئے عبّاسؓ نعرہ زناں
تبختر سے کہنے لگا بد شعار — تُو دے پھینک تلوار اے شہسوار
بڑا رحم آتا ہے تجھ پر مجھے — جوانی کو تُو یوں نہ دے ہاتھ سے
میں ہوں واقعی وہ شجاعِ جہاں — لرزتے ہیں جس سے زمین و زماں
نہ کر جنگ کرنے کی مجھ سے ہوس — اشارہ ہی کافی ہے عاقل کو بس
میں یہ چاہتا ہوں کہ تجھ سا جواں — نہ ہو میری تلوار سے رائیگاں
میں ہوں وہ فنِ جنگ میں بے نظیر — مرے آگے ہے گیو مردِ حقیر
مقابل تہمتن بھی میرا نہیں — ہوں اُستادِ گردانِ رُوئے زمیں
جہاں میں ہے میری شجاعت کی دُھوم — ہیں واقف شجاعانِ ہر مرز و بوم

---

[1] ماردبن صدیف۔

ذرا غور سے سُن نصیحت مری — نہیں جنگ کرنے میں کچھ بہتری
مری تیغِ بُرّاں کے دم خم سے ڈر — ہے ترکِ فلک کو بھی اِس سے حذر
اطاعت ہماری ہے لازم تجھے — اطاعت کی خوبی کو پہچان لے
ہو پابندِ احکامِ ابنِ زیاد — نہ ہو اے جواں دیکھ گرمِ فساد
اطاعت میں ہے لذّتِ زندگی — ہے واقف ہر اک صاحبِ آگہی
مصیبت میں پھنس کر نہ تُو ہو خراب — مری جنگ ہے اک مکمّل عذاب
لڑے تجھ سے اب تک جو مردانِ کار — وہ تھے سست اور نرم دل اے سوار
مگر میری فطرت میں نرمی نہیں — نہاں میری طینت میں ہیں بغض و کیں
مجسّم عداوت شقاوت ہوں میں — بہت بے نیازِ محبت ہوں میں
نہ کر نفس کو اپنے ضائع یہاں — تُو لڑ کر نہ میداں میں دے اپنی جاں

حضرتِ عبّاسؑ کا جواب

سُنی ابنِ حیدر نے یہ گفتگو — کہا سُن جواب اِس کا اب مجھ سے تُو
نہیں جس کی فطرت محبت اساس — ہے دُورِ حق سے ہر لمحہ وہ ناسپاس
کسی سے محبت نہیں ہے تجھے — زمیں تیری ویران ہے اِس لئے

عداوت شقاوت ہے جن کا شعار — وہ ہیں موردِ لعنِ پروردگار
بھری تیری طینت میں ہے دشمنی — مآلِ جفا ہے تری زندگی
کہاں ہے یہ ممکن ارے ناسزا — کہ حاوی تُو سورج پہ ہو جائے گا
بہ ایں شور و شر بادلِ خشمگیں — تُو دریا کو دے پھاڑ ممکن نہیں
جو ہیں مردِ میداں سُن اے بے خبر — دیا کرتے ہیں امتحاں وقت پر
شجاعت دکھاتے ہیں ہنگامِ جنگ — چلاتے ہیں نیزہ بپئے نام و ننگ
لڑا کرتے ہیں بادلِ مستقیم — سمجھتے ہیں فوجوں کو عظمِ رمیم
مصیبت کو خوش ہو کے سہہ جاتے ہیں — کوئی شکوہ مُنھ پر نہیں لاتے ہیں
کیا کرتے ہیں شُکرِ پروردگار — خدا پر توکل ہے اُن کا شعار
بہ تائیدِ حق رہتے ہیں ہر گھڑی — وہ باطل سے ڈرتے نہیں ہیں کبھی
یہ اوصاف جن میں ہوں پائندہ تر — حقیقت یہ رہتی ہے اُن کی نظر
میں باطل سے دب جاؤں ممکن نہیں — اطاعت تری اور میں اے لعیں
یہ کیا کہہ دیا تُو نے برگشتہ روز — یہ ہے زعمِ باطل ترا عقل سوز
میں باطل پرستوں کی طاعت کروں — یہ اُمید اور مجھ سے ہے اِک جنوں
فضائل سے خالی ہے تیرا وجود — سراپا ہے ہستی تری نا ستود

ہے توحید کیا تو نہیں آشنا
رسالت سے تجھ کو نہیں واسطا

خبر بھی ہے اِس کی تجھے بد شگوں
درختِ نبوّت کی میں شاخ ہوں

میں ہوں اُس علیؓ ولی کا پسر
رہی زندگی جس کی پاکیزہ تر

ہے اونچا مرا مرکزِ اعتقاد
کہاں میں کہاں تُو اور ابنِ زیاد

توکّل کی دولت پہ شاکر ہوں میں
صداقت پہ مرنے کو حاضر ہوں میں

ہر اِک مرضیٔ حق کی تائید سے
بہر یک نفس ہے مسرّت مجھے

ہے پختہ مرا ہر طرح یہ یقیں
کہ دُنیا سے بہتر ہے خُلدِ بریں

میں اِس زندگی پر نہیں ہوں فدا
مرے سامنے ہے رہِ اتّقا

وہ کم عمر والے جو ہیں متّقی
یقیناً بہ پیشِ خدا و نبیؐ

ہیں اُن سب بزرگوں سے افضل ضرور
رہِ راستی سے جو ہیں دُور دُور

یہ تقریر سُن کر وہ مردودِ دیں
بڑھا غیظ میں اُن کی جانب وہیں

طویل ایک نیزہ گھماتا ہوا
تکبّر سے گھوڑا بڑھاتا ہوا

نظر اُن کی بھی اُس کے تیور پہ تھی
کبھی حرکتِ نیزہ پر تھی جمی

تسکاں اُس کے نیزے کی تھی برق وار
نظر اُن کی تھی اُس سے پیہم دوچار

ذرا بڑھ کے اُس نے جو حملہ کیا
وہ نیزہ کہ تھا صورتِ اژدہا

اُنھوں نے دو اُنگلیوں میں اسکو داب — دیا ایک جھٹکا تو وہ ناصواب

ہوا مضطرب سخت گھبرا گیا — دیا چھوڑ نیزے کو پیچھے ہٹا

وہ نیزہ تھا اب ابنِ حیدرؓ کے پاس — یہ عالم ہوا دیکھ ظالم اُداس

علمدار پھر ہو کے نعرہ زناں — بڑھے دے کے نیزے کو پیہم تکاں

اور اِک ضرب کاری لگائی بہ جوش — پہ دشمن نے پہلو بچایا بہ ہوش

مگر ساقِ شبدیز پر یُوں پڑی — ہوا شور گردوں سے بجلی گری

نہ مارد کے گھوڑے سے ٹھہرا گیا — ہوا وہ الف اور زمیں پر گِرا

گِرا ہو کے مارد بھی پست و زبوں — تڑپتا تھا ہمرنگِ بسمل ہنُوں

پیادہ ہوا دشمنِ نابکار — یہ کہتا تھا چلّا کے وہ بار بار

بہت جلد گھوڑا کوئی لے کے آئے — نہ تا مفت میں یوں مری جان جائے

یہ دیکھا تو اِک اُس کا حبشی غلام — چلا لے کے رہوارِ زرّیں لجام

نہ پہنچا تھا وہ نزدِ مارد ابھی — کہ عبّاسؑ نے بڑھ کے با تندہی

اُس حبشی کی گردن پہ نیزے کا وار — کیا وہ گرا زیں سے با حالِ زار

جو دیکھا کہ وہ اسپ ہے برق دم — سوار ہو گئے اُس پہ با صد حشم

بڑھے اپنے شبدیز کو چھوڑ کے — بہ جرأت یہ مارد سے کہنے لگے

کہاں جائے گا بچ کے اے پُر دغل | اَجل آگئی تیرے سر پر سنبھل!

یہ کہکر جو نیزے کو سیدھا کیا | تو وہ لاف زن سخت گھبرا گیا

سپر ہی کی لینے لگا ہٹ کے اوٹ | پڑی کان پر اُس کے نیزے کی چوٹ

انی اِس طرف سے اُدھر پار ہوئی | گئی کٹ جفا کار کی کھوپڑی

تڑپنے لگا اِس طرح پے بہ پے | کہیں جیسے کانٹے میں مچھلی پھنسے

دیا ابنِ حیدرؓ نے جھٹکا جو نہی | گرا ہو کے مٹّی پہ بے دم شقی

جہنّم میں داخل ہوا بدگہر | جو شمرِ لعیں نے اُٹھائی نظر

تو دیکھا کہ مارا ہوا غرق خوں | بڑھا اور بھی حد سے اُس کا جنوں

دیا حکم فوجوں کو حملہ کریں | بڑھیں اور عبّاسؑ کو گھیر لیں

یہ سنتے ہی لشکر کو جنبش ہوئی | اُڑی گردِ میداں زمیں ہل گئی

نہیب آفریں یوں تھی بانگِ یلاں | کہ تھرّا گیا گنبدِ آسماں

وہ ابنِ انس[1] اور خولی[2] جمیل[3] | بڑھے لے کے فوجوں کو ہمرنگِ نیل

قیامت تھی برپا بہ میدانِ کیں | مگر ابنِ حیدرؓ کو صد آفریں

نہ فوجوں کی کثرت کا تھا کچھ خیال | دلیرانہ تھے گرمِ جنگ و جدال

کنارے پہ دریا کے جو فوج تھی | سنبھل کر بہ ہمت بڑھی اور لڑی

---

۱ سنان ابنِ انس نخعی ۲ خولی ابنِ یزید اصبحی ۳ جمیل بن مالک حجازی۔

مگر ابنِ حیدرؓ بہ شمشیرِ تیز — تھے میداں میں اِس طرح گرمِ ستیز

کہ غالب نہ آتا تھا اُن پر کوئی، — تھی فوجوں میں ہر اِک طرف ابتری

کبھی نیزہ افگن کبھی تیغ زن — دکھاتے تھے پیہم لڑائی کے فن

حقیقت ہے یہ گر دمِ کارزار — اُنھیں دیکھتا گردِ اسفندیار

وہ یہ جانتا کیا ہے پیل افگنی — سمجھ لیتا مفہومِ روئیں تنی

جدھر لے کے گُرزِ گراں بڑھ گئے — ہوئے صاف اُدھر سے پرے کے پرے

ہٹی کھا کے گھونگٹ سپاہ گراں — یہ دریا پہ پہنچے بلارک[۱] زناں

دیا اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال — اگرچہ تھے خود تشنگی سے نڈھال

نہ اِک قطرہ لیکن پیا آپ نے — تحمّل کناں دل میں کہنے لگے

سب آلِ عبا اور امامِ زماںؑ — تڑپتے ہیں خیموں میں تشنہ دہاں

مناسب نہیں یہ میں لب تر کروں — اِنھیں پانی لیجا کے پہلے میں دوں

وہ سیراب ہوں پہلے اِس آب سے — پیئوں میں ازاں بعد گر کچھ بچے

یہ کہہ کر جھکے اور مشکیزہ کو — بھرا آبِ دریا سے بے فکر ہو

حفاظت سے بھر لیکے وہ مشکِ آب — کنارے پہ دریا کے آئے شتاب

امانت کو تشنہ دہانوں کی لے — دلیرانہ خیمے کی جانب چلے

---

۱ تلوار۔

کماندار فوجوں نے یہ دیکھ کر — کیا بڑھ کے اک حملۂ سخت تر
لیا گھیر چاروں طرف سے اُنھیں — کہ تا خیمہ پانی نہ پہنچا سکیں
لبِ نہر ہونے لگی سخت جنگ — چلیں تیغیں گونجی صدائے ترنگ[1]
تھی شمشیرِ عباسؑ شعلہ چکاں — چمکتی تھی مانندِ برقِ تپاں
مقابل جو ہوتا تھا جنگ آزما — تو لبیک کہتی تھی اُس کو قضا
بہت شامی و کوفی کُشتہ ہوئے — جو زخمی پڑے تھے سسکتے رہے
بنِ ورقا[2] نے جبکہ دیکھا یہ حال — کہ ہے ابنِ حیدرؓ پہ غلبہ محال
تو پیچھے وہ اِک پیڑ کے جا چُھپا — اور ابنِ طفیل[3] اُس کے ہمراہ تھا
جو عباسِؑ غازی ستیزہ کُناں — قریب آئے اُس پیڑ کے ناگہاں
تو فوراً ابنِ ورقا نے تیغ کا — کیا وار دھوکے سے بُزدل وہ تھا
کٹا شیرِ حیدر کا دستِ یمین — غضب ناک ہوا اور ضرغامِ دین
پکڑ دستِ چپ میں پرندِ[4] اخ تیز — وہ حملہ کیا جاگ اُٹھی رستخیز
بہ جُرأت سنبھالے تھے مشکیزہ بھی — دکھاتے تھے حملوں میں بھی رستمی
زباں پر تھے اشعار یہ بار بار — فصاحت ہے خود جن کے اُوپر نثار
واللہ لو قطعتم یمینی — لاحملن مجاھداً عن دینی

---

[1] آوازِ شمشیر [2] زید بن ورقا بعض روایات میں نوفل بن ارزق کا نام پایا جاتا ہے [3] حکیم ابنِ طفیل [4] تلوار

وعن امام صادق امین
سبط النبیؐ الطاہر الامین

قسم ہے خدا کی کہ دستِ یمیں
ہوا قطع پھر بھی مجھے غم نہیں
حمایت میں دیں کی میں اپنے ضرور
لڑوں گا نہ ہرگز کروں گا قصور
حسینؑ ابنِ حیدرؓ ہیں سبطِ نبیؐ
امامِ زماں اور امیں واقعی
وہ صادق بھی ہیں اور طاہر بھی ہیں
ہوں تائید میں اُن کی ہر لمحہ میں
مسلسل یہ اشعار پڑھتے ہوئے
وہ گرمِ وغا دستِ چپ سے رہے
یہ کوشش تھی تا خیمہ پہنچائیں آب
کہ حاصل ہو پیاسوں کو تسکین و تاب
بچاتے تھے مشکیزہ کو تیروں سے
سوئے خیمہ بڑھتے تھے لڑتے ہوئے
جو آتا تھا آگے بڑھا کر ہیوں،
اُسے دستِ چپ ہی سے کہتے زبوں
یہ ہے انتہائے شجاعت اَلَم
میں کہتا ہوں کھا کر خدا کی قسم
بہ ہمّت بہ جُرأت بہ تائیدِ دیں
کسی نے جہاں میں دکھائی نہیں
یہ رنگِ وغا اور بہ دستِ یسار
ہزاروں میں وہ بھی بہ میدانِ کار
دکھایا ہے کب اور کس نے کہاں
بتائیں ذرا مجھکو تاریخ داں
زہے جوشِ ابنِ شہِ قلعہ گیر
کہ کھاتے ہوئے تن پہ تیغ اور تیر

چلے جا رہے تھے بہ عزمِ جواں سوئے خیمہ گاہِ امامؑ زماں

نکلتے تھے فوجوں سے یوں کر کے جنگ کرے جست جیسے بھنور سے نہنگ

بنِ سعد اور شمر کو تھا یہ ڈر گیا پانی تا خیمۂ شاہؑ اگر

تو یہ جنگ پھر سخت ہو جائے گی نہ تدبیر پھر کوئی کام آئے گی

اسی فکر میں تھے وہ دونوں لعیں نہ پانی سے سیراب ہوں شاہِؑ دیں

یہ تہدید کہتے تھے فوجوں سے یوں کرو جلد عباسؑ کو تم زبوں

یہ سنتے ہی عبداللہ ابنِ شہاب بڑھا سمتِ عباسِؑ عالیجناب

کیا وار اک اُس نے شمشیر کا کہ بایاں بھی ہاتھ اُن کا جس سے کٹا

ہوئے سخت مجروح و مایوس تب یہ سمجھے کہ ہے یونہی مرضیِ رب

نہ پہنچے پیاسوں کو یک قطرہ آب کیا نفس کو اِس طرح پھر خطاب

یا نفس تخشی من الکفار

وابشری رحمت الغفار

مع النبیؐ سید الاطہار

قد قطعوا ببغیہم یسار

وقد طغوا اہل البغی الکفّار فاصلہم یارب حرالنّار

نہ کر خوف اے نفسِ کُفّار سے — بشارت ہے یہ حق کی تیرے لئے
تو مُیداں میں ہے ساتھ اُسکے یہاں — جو ہے پاک و سردار و فخرِ زماں
جو ہیں باغیانِ خُدا و نبیؐ — یہ سختی اُنھوں نے مِرے ساتھ کی
مِرے دستِ چپ کو بھی قطع کیا — مگر مجھکو اِس کا نہیں غم ذرا
اِنھوں نے دیا دینِ برحق کو چھوڑ — رہِ راستی سے لیا مُنھ کو موڑ
عطا کر الٰہی جہنّم اِنھیں — ہمیشہ یہ دوزخ میں جلتے رہیں
یہ اشعار پیہم تھے وردِ زباں — لہو کی تھیں دھاریں بدن سے رَواں
بڑھا ضعف تیورا کے کہنے لگے — نبیؐ اور علیؓ کے یونہی سامنے
میں ڈوبا ہوا خون میں جاؤں گا — یہ دونوں کٹے ہاتھ دِکھلاؤں گا
لہو میں تھا جسم آپ کا تر بہ تر — بہ مشکل سنبھلتے تھے اب زین پر
تھے مشکیزہ دانتوں میں دابے ہوئے — بہ ضعف و نقاہت لگے جھومنے
کہ اِتنے میں اِک مردِ بُزدل[1] وہاں — بڑھا لے کے پیچھے سے گُرزِ گراں
کیا ایک نزدیک سے اُس نے وار — گرے زیں سے عبّاسؑ عالی وقار
صدا آپ نے دی کہ آقا مِرے — بہت جلد میری خبر لیجئے
یہ آواز سُنکر امامؑ زماں — گئے بڑھ کے اُس سمت حملہ کُناں

---

[1] حکیم ابنِ طفیل۔

لبِ نہر پہنچے تو آئے نظر
سرِ خاکِ عباسِؑ عالی گہر

تھے ڈوبے ہوئے خوں میں سرتاپا
تھا نزدیک مشکیزہ خالی پڑا

سب اعضا تھے تیغوں سے ٹکڑے ہوئے
کٹے ہاتھ ہمرنگِ جعفرؑ[1] بھی تھے

جو اِس طرح بھائی کو دیکھا وہاں
لگے کرنے افسوس شاہِؑ زماں

فغاں کر کے فرمایا با چشمِ تر
گئی آہ اب ٹوٹ میری کمر

ہوئیں منقطع سب امیدیں مری
نہیں اب مجھے خواہشِ زندگی

جو مقصد ہے فوت اُسکو ہونے نہ دوں
شہادت کے رُتبے کو حاصل کر دوں

امام حسین علیہ السلام کی تنہائی

مصیبت میں کرتے ہوئے شُکرِ رب
گئے تا بہ کوثر سبھی تشنہ لب

کوئی شخص باقی اب ایسا نہ تھا
کہ ہوتا حریفوں سے جنگ آزما

بہ ہمت سر دشتِ آفت نشاں
کھڑے تھے اکیلے شہِؑ انس و جاں

نہ ظاہر تھا چہرے سے رنگِ ملال
عیاں رُخ سے تھی شانِ رعب و جلال

فلک پر فرشتے بھی حیران تھے
بہت ہو کے بیتاب کہنے لگے

دیا کس نے یوں امتحانِ وفا
حسینی تحمل کو صد مرحبا

---

[1] جعفر طیار [2] الآن انکسر ظہری و قلت حیلتی۔

یہ جرأت یہ ہمت یہ تابِ دِلی ۔۔۔ حدِ جنّ و اِنس و ملک سے بڑھی
دو عالم میں یوں پیشِ خوف و خطر ۔۔۔ ہوا کون بتلاؤ سینہ سپر
فلک کانپتا تھا زمیں دنگ تھی ۔۔۔ بنا قصرِ ہستی کی تھرّا گئی
زمین و زماں کو تھا اِک اضطراب ۔۔۔ نظر آتا تھا زرد رُو آفتاب
شعاعوں کا جلوہ تھا سہما ہوا ۔۔۔ کہ تھا رنگ پھیکا بہت دھوپ کا
حسینؑ ابنِ حیدرؓ لئے ذوالفقار ۔۔۔ تھے میداں میں آمادۂ کارزار
جمے تھے بہ ہمت بہ رنگِ جبل ۔۔۔ کھڑے تھے لئے دعوتِ مستقل
سراپا تحمّل تھا اُن کا وجود ۔۔۔ جلالِ الٰہی کی تھے اِک نمود
نہ کس طرح ہوتے تحمّل نشاں ۔۔۔ تھی مربوط اُن سے بِنائے جہاں
شجاعت ہے انسانیت کا کمال ۔۔۔ تحمّل اُنہی کی ہے شانِ جلال

حضرتؑ علی اصغر کی شہادت

یہ تھا وقت وہ اب کہ شاہِ ہدیٰ ۔۔۔ بڑھیں سوئے میداں بہ عزم وغا
اِدھر خیموں میں اہلِ بیتِ نبیؐ ۔۔۔ تڑپتے تھے از غلبۂ تشنگی
دگرگوں تھا گرمی سے بچوں کا حال ۔۔۔ نہ ملنے سے پانی ہوئے تھے نڈھال

---

[1] یعقوبی - ابنِ جریر۔

بڑھی تھی حدِ ضبط سے تشنگی — تھی بے ہوشی ہر اک پہ چھائی ہوئی
علی اصغر اس طرح تھے نیم جاں — کہ بے آب جیسے ہو ماہی تپاں
امامِ زماں نے جو دیکھا اُنھیں — کہ گرمی کی شدّت سے پژمردہ ہیں
مسلّط ہے اُن پر پیاس اور بھوک — ہوئے سخت مضطر اُٹھی دل میں ہوک
لیا دونوں ہاتھوں پہ اُن کو اُٹھا — فلک کی طرف دیکھکر یوں کہا
مرے پاس اے میرے پروردگار — سوا اس کے کوئی گہر آبدار
نہیں ہے کہ جس کو میں تیرے حضور — کروں پیش اے میرے ربِّ غفور
یہ خواہش ہے میری بصدقِ دلی — تو رکھ آبرو جرأتِ عشق کی
یہ نذرانہ بھی میرا کر لے قبول — کہ تا ہو مجھے سرخروئی حصول
یہ کہہ کر مخاطب کیا فوج کو — کہ اے بے حیا کوفیو، شامیو!
بہ زعمِ غلط تم ہو اُلجھے ہوئے — خطا کار ہو مجھ کو سمجھے ہوئے
مگر یہ تو بتلاؤ بہرِ خدا — گنہ کیا ہے اِس طفلِ معصوم کا
قصور اِس کا کیا ہے بیاں تو کرو — اِسے پانی تم کیوں نہیں دیتے ہو
تھے خاموش دیتے نہ تھے کچھ جواب — شقاوت میں یکتا تھے خانہ خراب
تھا ملعونیت ساز اُن کا جنوں — کہ غلبہ کیے اُن پہ تھا نفسِ دوں

دل اُن کا تھا پیہم ملامت کناں — مگر بند تھی رعبِ حق سے زباں

کہ اِتنے میں حرملہ نے اِک خدنگ — چلایا سوئے شاہِ دیں بیدرنگ

وہ حلقومِ اصغر پہ آکر لگا — اور اُن کو پیامِ شہادت ہُوا

رواں خوں ہوا حلقِ معصوم سے — اُسے اپنے چُلّو میں حضرتؑ نے لے

اُچھالا افلاک کی طرف اور کہا — کہ اے مالکِ الملکِ ارض وسما

تُو ہے رازِ آگاہِ ہر ہست و بُود — محیطِ دو عالم ہے تیرا وجود

ہیں نازل جو ہم پر یہ رنج و محن — نہیں تجھ سے پوشیدہ اے ذوالمنن

ہم اِن سختیوں کو بہ شُکر و رضا — سمجھتے ہیں آساں بامرِ قضا

تُو خود اِس حقیقت کا ہے رازدار — کہ خوں میرے بچے کا پروردگار

نہیں ناقۂ صالحؑ کے خوں سے کم — ہے بلکہ زیادہ کچھ اُس سے اہم

تو اپنی عنایت سے اے لم یزل — عطا کر ہمیں اِس کا نعم البدل

دعا کر کے حضرت نے باصد نیاز — پڑھی لاشۂ لختِ دل پر نماز

پھر اِک قبر تلوار سے کھود کر — کیا دفن اُس میں وہ لختِ جگر

دعا پھر یہ کی اے خداوندگار — تری رحمتوں کا نہیں کچھ شمار

عیاں تجھ پہ ہیں سربسر بن کہے — وہ جور و ستم جو کہ ہم پر ہوئے

میں کرتا ہوں اُن سب پہ تجھ کو گواہ ۔۔۔ تو یاور ہے میرا بہ حالِ تباہ
ارادہ ہے اعدائے دیں کا یہی ۔۔۔ کوئی نفس از خاندانِ نبیؐ
نہ باقی رہے زیرِ چرخِ بریں ۔۔۔ تقدّس سے اُن کے ہو خالی زمیں
ہے اِس زعمِ باطل سے آگاہ تُو ۔۔۔ یہ دعویٰ ہے اُن کا ترے رُو برُو
تو قادر ہے لیکن ہر اک بات پر ۔۔۔ جو تُو چاہے ہوگا وہی سر بسر
یہ کر کے دعا آپؑ آگے بڑھے ۔۔۔ پئے جنگ خود مستعد ہو گئے
سواری میں تھا مرتجزؔ[1] آپؑ کی ۔۔۔ تھی دستِ مبارک میں تیغِ علیؓ
جلالت عیاں رُخ سے تھی دمبدم ۔۔۔ شجاعت نے خود بڑھ کے چُومے قدم

تبلیغِ حق

جنھیں حق نے بخشے ہیں رُتبے بڑے ۔۔۔ وہ دلدادہ ہیں فرضِ تبلیغ کے
وہ پروا مصائب کی کرتے نہیں ۔۔۔ سمجھتے ہیں مقصودِ دینِ متیں
کمر بستہ ہیں امرِ معروف پر ۔۔۔ حقیقت پہ رہتی ہے اُن کی نظر
ہے اسبابِ ظاہر سے کیا اُن کو کام ۔۔۔ بہ تائیدِ حق رہتے ہیں صبح و شام
ستم گرچہ افواجِ کُفّار کے ۔۔۔ حدوں سے بہت اپنی تھے بڑھ گئے

---

[1] نامِ اسپ بعض نے ذوالجناح لکھا ہے اور بعض نے دُلدل۔ بعض اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا نام میمون تھا مگر صحیح یہی ہے کہ اُس کا نام مرتجز تھا۔

مگر پھر بھی اُن سے شہِؑ انس و جاں ۔۔۔ ہوئے یوں مخاطب کہ اے مردماں[۱]

کرو تم ہی انصاف دل میں ذرا ۔۔۔ یہ پوشیدہ تم پر نہیں واقعا

بہ رفق و محبّت ہمیں تم نے ہی ۔۔۔ بُلایا یہاں تک بہ شوقِ دلی

تمھاری ہی دعوت پہ ہم بے خطر ۔۔۔ چلے آئے با جذبۂ حق نگر

پر افسوس تم نے ہماری ہی تیغ ۔۔۔ ہمارے گلوں پر رکھی بے دریغ

وہ آتش جو اعدائے دیں کے لئے ۔۔۔ جلائی گئی تھی بڑے عزم سے

اِسی آگ میں غور سے دیکھ لو ۔۔۔ جلایا ہمیں تم نے اے سرکشو!

تمھاری نظر میں جو تھے محترم ۔۔۔ کیا تم نے اُن کے سروں کو قلم

بزرگوں سے اپنے ہوئے تم جُدا ۔۔۔ نہ رکھا خیال اُن کے اعزاز کا

جو دشمن تھے ہمدرد اُن کے ہوئے ۔۔۔ جو تھے دوست اُن کے مخالف بنے

اگرچہ تمھیں دشمنوں سے ابھی ۔۔۔ نہ حاصل ہوئی ہے کوئی بہتری

اور حق میں تمھارے بہ ربِّ غفور ۔۔۔ نہ سرزد ہوا مجھ سے کوئی قصور

تاسّف کے قابل ہے یہ واقعا ۔۔۔ کہ ثابت ہوئے تم بہت بے وفا

دیا چھوڑ تم نے ہمیں وقت پر ۔۔۔ حقیقت کی منزل سے ہو بے خبر

ہوئے جمع بیعت پہ پہلے مری ۔۔۔ دکھایا بہت جذبۂ دوستی

---

[۱] مطالب السول فصل سادس۔

صداقت کی جانب بڑھے زود تر — پتنگے گریں جس طرح شمع پر
بہت جلد لیکن بڑھی سرکشی — دِلوں پر گھٹا کفر کی چھا گئی
مخالف جو قرآن و سنّت کے تھے — جنھیں جاہِ دُنیا تھی گھیرے ہوئے
ملے اُن سے اور چھوڑ دی راہِ حق — لیا خوب گمراہیوں کا سبق
یہ انعام و بخشش ہو جن پر مگن — تمھارے لئے ہوں گے رنج و محن
پئے ظلم باندھی ہے تم نے کمر — نہیں جانبِ حق تمھاری نظر
جو دُنیا میں ہیں ظالم و جبر کار — نہیں اُن سے راضی خداوندگار
یہ حضرتؑ نے کہہ کر سنبھالی عناں — بڑے جانبِ لشکرِ بیکراں

حضرتِ امام حسینؑ کی شجاعت

یہی تھا وہ عالم کہ فطرت کا دِل — تصوّر سے جس کے تھا خود مضمحل
لرزتے تھے رہ رہ کے ارض و سما — تزلزل میں پیہم تھا عرشِ خدا
فرشتے بھی تھے غرقِ حیرت تمام — دو عالم میں تھا حشر کا اہتمام
فضاؤں میں لرزاں تھی آوازِ درد — ہوا چہرہ خورشیدِ انور کا زرد
ہر اک سمت چھائی تھیں تاریکیاں — قیامت کے تھے منتظر دو جہاں

امامؑ زماں نے بڑھایا ہیوں
سوئے فوجِ دشمن بہ صبر و سکوں
تھے خود آپ اک مظہرِ لایزال
ٹپکتی تھی چہرے سے شانِ جلال
تھا انداز ہر یک شجاعت نما
زبانِ مقدّس پہ یہ رجز تھا

حضرتؑ کا رجز[1]

مِری قوم نے منھ لیا مجھ سے موڑ
دیا راہِ صدق و محبت کو چھوڑ
علیؑ ابنِ عمراں کا بیٹا ہوں میں
خدا کے نبیؐ کا نواسا ہوں میں
میں چاندی ہوں لیکن وہ چاندی کھری
زرِ خاص سے جو برآمد ہوئی
مِرا جد وہ جد ہے بہ فضلِ خدا
ہے کونین میں جس کا رتبہ بڑا
بڑا اِس سبب سے ہے میرا وقار
دو افضل بزرگوں کی ہوں یادگار
جو ہیں فاطمہؓ لختِ قلبِ نبیؐ
وہی محترم والدہ ہیں مِری
مِرے باپ ہیں وہ تہوّر شعار
رہے بدر و خیبر میں جو گرمِ کار
کیا دیں کی تبلیغ کا بندوبست
لڑائی میں دی دشمنوں کو شکست
پڑھی دونوں قبلوں کی جانب نماز
ہے فعل اُن کا ہر اک طریقت نواز
وہ سورج مِری والدہ ہیں قمر
میں ہوں اِک ستارہ پہ روشن گہر

---

[1] رجز کے بعض اشعار کا آزاد ترجمہ کیا گیا ہے۔ تمام اشعار طبری اور دیگر کتب میں درج ہیں۔

مرے باپ وہ حامئ دین تھے
نبیؐ کی رفاقت میں ہر دم رہے

ذرا سوچ لو شامیو! کوفیو!
کہ تم گامزن آج کس رہ پہ ہو

یہاں تک تمھارا ستم بڑھ گیا
کہ ہو آلِ احمدؐ سے جنگ آزما

یہ اشعارِ رجز یہ پڑھ کر امامؑ
بڑھے جانبِ لشکرِ فتنہ کام

تھیں فوجیں کہ اِک بحرِ موّاج تھا
سرِ رزم گہہ تھی قیامت بپا

تمیم ابنِ قحطبہ سے مقابلہ

جو دیکھا عمر نے سرِ دشتِ کیں
مبارز کے ہیں منتظر شاہِؑ دیں

تو اُس نے تمیم ابنِ قحطبہ سے
کہا بڑھ کے اے گردِ فرخندہ پے

حسینؑ ابنِ حیدرؓ سے کر جنگ تُو
کہ تا پیشِ حاکم رہے سرخرو

تمیمِ خطا کار یہ سُنتے ہی
چلا سوُئے میداں بہ جوشِ قوی

پہنچ کر وہ نزدیکِ شہ، بدگُہر
بہ تائیدِ شیطاں ہوا حملہ گر

علم کر کے شمشیر کہنے لگا
یہ آئی سرِ زیں، سنبھلئے ذرا

فضا میں ابھی برق چمکی ہی تھی
کہ حضرتؑ بہ اندازِ اسدُ اللّٰہی

ہوئے متصل اور نعرہ کیا
لیا ڈھال پر وار شمشیر کا

دیا وار خالی اور ہٹ کر وہیں — کیا حملہ سخت اور وہ لعیں
سنبھلنے بھی پایا نہ تھا زین پر — کہ سر پر پڑی اُس کے تیغِ دو سر
زہے بُرّشِ ذوالفقارِ علیؑ — بڑھی سر سے اور تا گلو آگئی
گرا کٹ کے دشمن بہ شکلِ خیار — بڑھے پھر کئی اور مردانِ کار
ہوئے نذرِ تیغِ شہِؑ دیں وہ سب — ملے خاک و خوں میں بہ رنج و تعب
کئی ہو کے مقتول بے دم ہوئے — کئی خاکِ میداں پہ تڑپا کیے
پرنداخ کا وار جس پر پڑا — کٹا صورتِ لا بدشتِ وغا
فضا خوں کے چھینٹوں سے گلرنگ تھی — قضا تیغِ شہؑ کی ہم آہنگ تھی
ہٹے سخت گھبرا کے مردانِ کار — مقابل نہ آیا کوئی بدشعار
یہ دیکھا تو شمرِ لعیں بدگہر — بڑھا سوئے میداں بصد کرّ و فر
لئے اپنے ہمراہ چیدہ سوار — ہر اک جن میں تھا آزمودہ بکار
سناں[1] بن انس اور خولی[2] یزید — وہ صالح[3] بن وہب قشعم[4] پلید
شقی عبد[5] الرحمٰن جعفی نژاد — بہ تیرہ دلی اور بہ بغض و عناد
پئے قتلِ شاہِؑ زماں بڑھ چلے — گرجتے ہوئے، شور کرتے ہوئے
شہِؑ دیں پہ یوں چھا گئے فتنہ گر — سیہ ابر جس طرح خورشید پر

---

[1] سنان بن انس نخعی [2] خولی ابنِ یزید اصبحی [3] صالح بن وہب یزنی [4] قشعم بن عمر یزید جعفی [5] عبدالرحمٰن جعفی ۔

اُڑی گردِ میداں پڑا سخت رَن
تھے نور و ظلم دمبدم پنجہ زن

وہ زور آورانِ عرب پُر خروش
بہم مل کے کرتے تھے حملے بہ جوش

تھی حضرتؑ پہ غالب اگرچہ پیاس
مگر پھر بھی تھے اِس طرح با حواس

کبھی روکتے، وار کرتے کبھی
جدھر تیغِ شعلہ فشاں اُٹھ گئی

نہ دشمن رہے اِس طرف مستقیم
جو آیا مقابل ہوا وہ دو نیم

ہر اک سمت ابنِ شہؓ قلعہ گیر
لگاتے تھے ہر چوٹ یوں بے نظیر

کہ پڑتا تھا اوچھا سا بھی جس پہ وار
وہ لیتا تھا گھبرا کے راہِ فرار

پڑی جس پہ شمشیرِ خفتاں شگاف
گئی تیر تا فلکۂ پُشتِ ناف

گراتے تھے دشمن کو یوں گھیر گھیر
کرے گورِ خر کو زبوں جیسے شیر

شہِؑ دیں کا ہر نعرۂ پُر خروش
تھا ناوردگہ میں قیامت بدوش

لرزتے تھے گردانِ میداں کے دل
تھی نبضِ زمین و زماں مضمحل

حواس اہلِ باطل کے مختل ہوئے
تھے بزدل نہ ٹھہرے مقابل ہٹے

کہا شمرِ بد خو نے للکار کر
کہاں جاتے ہو آؤ ہٹ کر اِدھر

تم اِک بھوکے پیاسے سے گھبرا گئے
وہ دعوے شجاعت کے اب کیا ہوئے

تمھیں شرم آتی نہیں بزدلو!
ذرا سر فروشانہ آگے بڑھو

یہ سُنکر کئی ناسزا، بد لگام
پھرے اور آئے قریبِ امامؑ

دکھانے لگے فنِّ تیغ افگنی
کمی اُن میں بے غیرتی کی نہ تھی

امامِؑ زماں گرچہ تھے مضمحل
شکستہ تھا صدماتِ پیہم سے دل

مگر صورتِ شیر وقتِ وغا
تھے یوں اہلِ طغیاں سے جنگ آزما

کہ شہ زور کوفی و شامی جو تھے
ٹھہرتے نہ تھے آپ کے سامنے

گریزاں و ترساں تھے از خوفِ جاں
کہ اِک شخص کندیؔ[1] بڑھا ناگہاں

کیا اُس نے اِک وار تلوار کا
سرِ شاہِؑ دیں پر جو سیدھا پڑا

کلاہِ مبارک کٹی اور سر
ہوا اُس سے زخمی مگر زود تر

ہوئے مستعد آپ باصد وقار
اور اُس زخم کو باندھ کر استوار

پہن لی کلاہ آپ نے دُوسری
پھر اُس پر عمامہ بہ شانِ ہمی

لیا باندھ اور تیغ لے کر بڑھے
سپاہِ عدو کے مقابل ہوئے

تھے حیران یہ دیکھکر اہلِ کیں
بہم مِل کے کہتے تھے خصمانِ دیں

یہ جرأت یہ ہمت یہ شانِ جلال
ہے بیروں یقیناً ازحدِّ خیال

حضرت عبداللہ ابن حسنؑ کی شہادت

یہ کہتا ہے راویِ فرّخ نہاد
امامِ دو عالم تھے گرمِ جہاد

---

[1] مالک بن نسیر کندی

لرزتا تھا رہ رہ کے میدانِ کیں — تھے جنّ و ملک گرمِ صد آفریں
شجاعت ہر حملے سے تھی آشکار — جلالت میں تھے آپ گردوں وقار
بنِ کعب[1] بزدل مجسّم جفا — بصد غیظ حضرت کی جانب بڑھا
علم کر کے شمشیر آیا قریب — سعادت سے تھا دُور وہ بدنصیب
درِ خیمہ پہ حضرت عبد اللہ[2] تھے — تھے بچّے ابھی یعنی دس سال کے
اُنھوں نے جو دیکھا کہ اِک نابکار — ہے تیار کرنے کو حضرتؑ پہ وار
تو اِک چوبِ خیمہ اُنھوں نے اُٹھا — بہ جرأت کہا بڑھ کے او ناسزا
چچا کا مرے قتل آساں نہیں — میں آیا سنبھل او خبیث الیقیں
یہ دیکھا تو بیتاب حضرتؑ ہوئے — بہن سے یہ چلّا کے کہنے لگے
تم اِس طفلِ معصوم کو روک لو — اِسے میرے نزدیک آنے نہ دو
سُنا یہ تو زینبؓ جھپٹ کر چلیں — نہ بڑھ جائے وہ طفلِ کمسن کہیں
لیا اُس کو آغوش میں دوڑ کر — وہ ننھّا بہادر اچھل کر مگر
گیا گود سے اُن کی باہر نکل — شجاعانہ انداز سے پھر سنبھل
بہت جلد نزدیکِ شہ آ گیا — بنِ کعب کو ڈانٹ کر یوں کہا
خبردار او ناسزا ہوشیار — جو ہے مردِ میداں مرا روک وار

---

[1] ابجر ابن کعب [2] حضرت عبداللہ ابن حسنؑ اُس وقت صغر سن تھے۔ اُس وقت آپ کی عمر صرف دس سال کی تھی۔

یہ کہتا ہے راوی یہ طفلِ حسیں — تھا رشکِ قمر اور روشن جبیں

دو گوہر تھے کانوں میں اُس کے پڑے — ستاروں کی صورت چمکتے ہوئے

بنِ کعب نالائق و نابکار — کیا چاہتا تھا شہِؑ دیں پہ وار

کہ چھوٹے بہادر نے ڈانٹا اُسے — تو غصّے میں اُس مردِ نافہم نے

کیا وار بچّے پہ تلوار کا — نہ سمجھا جہالت سے وہ بے حیا

کہ یہ اُس کی حرکت تھی کتنی بری — مگر دیکھئے ہمّت اُس طفل کی

لیا روک اِک ہاتھ پر اُس کا وار — کہ جس سے ہوا اُس کا بازو فگار

کڑی ضرب تھی چونکہ تلوار کی — ذرا سی فقط کھال اُلجھی رہی

تھا بچّہ کہ چلّا کے رونے لگا — اُسے پیار سے شاہِؑ دیں نے اُٹھا

یہ ضبط و تحمّل یہ صبر و قرار — کہا ہے یونہی مرضیٔ کردگار

تُو کر صبر اور اِس کو اے مہ لقا — ثوابِ خدا کا ذریعہ بنا

بہت جلد پروردگارِ جہاں — تجھے دیگا پہنچا یقیناً وہاں

جہاں ہے بزرگوں کا تیرے مقام — جہاں منتظر ہیں وہ تیرے تمام

رسولِؐ خدا، حمزہؓ، جعفرؓ، علیؓ — کریں گے تری مِل کے سب دلدہی

حسنؑ بن علیؓ کو ترا انتظار — کئے ہے بہت دمبدم بے قرار

ترے واسطے نعمتِ لازوال
مہیا ہے جنت میں اے میرے لال

یہ کہتے تھے حضرتؑ تاسف کناں
کہ اک تغلقِ تیز پر ناگہاں

پڑا آکے اس طفل کے سینے پر
ہوا جس سے بے دم وہ رشکِ قمر

ملی اس کو وہ جاوداں زندگی
جسے کہیے اک نعمتِ سرمدی

بڑھے جانبِ دشمناں پھر امامؑ
زبانِ مبارک پہ تھا یہ کلام

القتل اولیٰ من رکوب العار
والعار اولیٰ من دخول النّار

سمجھتے ہیں اس راز کو خوش گہر
کہ رسوائی سے قتل ہے خوب تر

ہے گرچہ جہنّم کی سختی بڑی
بری اس سے ذلت ہے رسوائی کی

خودیؑ

شہؑ دیں کا شعرِ حقیقت نما
جمالِ خودی کا ہے اک آئینہ

خودی آشنا ہیں جو اہلِ وقار
خودی کا تحفّظ ہے اُن کا شعار

خودی دوست رہتے ہیں اہلِ نظر
تگاپو کا اُن کے ہے وہ مستقر

ہے روشن گر عشق حُسنِ خودی
دو عالم میں ہے عشرتِ دائمی

لہ خود اعتمادی و خود شناسی۔

خودی کا بیابانِ وحشت بدوش — نگاہِ وفا میں ہے جنت فروش

ہے ہاتھوں میں جس کے کمندِ خودی — ملی ہیں اُسے رفعتیں عرش کی

تصرف ہے اُس کا محیطِ جہاں — وہ خود جان ہے اور تفسیرِ جاں

اُسی کا تجمل ہے ہستی نواز — فنا و بقا سے ہے وہ بے نیاز

خودی کے تحفظ کی خاطر امام — کٹا بیٹھے اپنے احبا تمام

اور اب خود بہ میدانِ خوف و خطر — خودی ہی کی خاطر ہیں سینہ سپر

یہ کہتا ہے راوی کہ خصمانِ دیں — بڑھے موج در موج در دشتِ کیں

لیا گھیر حضرتؑ کو ہر سمت سے — دکھانے لگے جرأتیں بزدلے

اگرچہ تھے نرغے میں سبطِ نبیؐ — مگر یوں تھے مشغولِ تیغ افگنی

کہ بڑھتا ہی جاتا تھا حملوں کا زور — تھے نعرے کہ صورِ قیامت کا شور

شجاعانِ عالم ہوئے یوں زبوں — کوئی غرقِ خوں اور کوئی سر نگوں

سنبھلنے بھی پاتے نہ تھے شہسوار — کہ پڑتی تھی اُن پر زدِ ذوالفقار

عراقی و شامی و کوفی سبھی — تھے بھولے ہوئے دعوئ مردمی

زمیں پر رواں جوئے خوں ہر طرف — تھے لاشوں پہ لاشے پڑے صف بہ صف

کبھی میسرہ اور کبھی میمنہ — تھے حملوں سے شاہِ زماںؑ کے تبہ

تھی اِک برقِ خاطف وہ تیغِ دوسر
کہ تھی شعلہ زن خرمنِ فوج پر

مقابل نہ ہوتا تھا جم کر کوئی
تھی اہلِ خطا کی تبہ زندگی

تھے حضرتؑ قمیص ایک پہنے ہوئے
عمامہ بھی تھے سر پہ باندھے ہوئے

عمامے کا تھا آپ کے نیلا رنگ
جسے دیکھ کر چرخِ نیلی تھا دنگ

تھی شمشیرِ بُرّاں بہ دستِ یمیں
ہر اِک حملہ پر کانپتی تھی زمیں

جھپٹتے تھے جب دشمنوں پر بہ جوش
یہ کہتے تھے نعرہ زناں با خروش

حسینؑ ابنِ حیدرؓ ہوں دیکھو مجھے
رسولِ دو عالم ہیں نانا مرے

یہ ہے عہد میں نے کیا پختہ تر
کہ قائم رہوں گا میں اِک بات پر

میں اپنے بزرگوں کی تقلید کو
نہ چھوڑوں گا اِک لمحہ جو ہو سو ہو

شریعت کے دامن کو میں دیکھئے
ہوں ہاتھوں سے مضبوط تھامے ہوئے

سُنو اے حریفانِ مقصودِ رب
مرے قتل پر مجتمع تم ہو سب

یہ عزمِ جفا ہے بہت ناصواب
کہ تم ہو گے یوں مبتلائے عذاب

کہ کوئی معذّب بھی تم سے سوا
نہ ہو گا گرفتارِ قہرِ خُدا

تم ہو گے دو عالم میں خوار و ذلیل
نہ پاؤ گے بچنے کی کوئی سبیل

میں ہوں فضل کا اُس کے اُمیدوار
خدائے دو عالم تمھیں کرکے خوار

کرامت کو میری کرے گا عیاں
بہر طور تم ہو گے ذلت نشاں
وہی لے گا تم سے مرا انتقام
صداقت نما ہے سنو یہ کلام
تم اک روز ہو جاؤ گے منتشر
بہت تم میں خوں ریزیاں ہوں گی پھر
عجب رنگ لائیں گی یہ جرأتیں
تمہاری تباہ ہوں گی سب قوتیں
یہ فرما کے ہوتے تھے جنگ آزما
تھے اک شیرِ غرندہ وقتِ وغا

عبداللہ بن عماد کی روایت

بیاں کرتا ہے حال دیکھا ہوا
وہ راوی جو میداں میں موجود تھا
ہے نام اُس کا عبداللہ ابنِ عماد
بیاں اُس کا ہے قابلِ اعتماد
یہ کہتا ہے وہ اِس میں کچھ شک نہیں
یہ خود میں نے دیکھا ہے در دشتِ کیں
بہر لمحہ ہوتے تھے حضرت پہ وار
مگر وہ سنبھالے ہوئے ذوالفقار
جھپٹ کر جدھر ہوتے تھے حملہ زن
ٹھہرتے نہ تھے دعویٰ دارانِ فن
تبہ کُن تھی ہر ایک ضربِ امامؑ
کھڑے کانپتے تھے دلیرانِ شام
قسم کھا کے کہتا ہوں اللہ کی
کبھی میں نے ایسا بہادر کوئی
نہ دیکھا نہ کانوں سے اپنے سُنا
کہ سب کُنبہ جس کا ہو رَن میں کٹا

وہ یوں باوجودِ شکستہ دلی
لڑے دشمنوں سے بجوشِ قوی

رہے بے کسی میں بھی ثابت قدم
بڑھے سوئے فوجِ عدو دمبدم

تھے جرأت میں ہمت میں یکتا حسینؑ
گواہ اس کا ہے خالقِ نشأتین

بہ ایں بے کسی اور بہ ایں خستگی
تھے ہر اک طرف گرمِ تیغ افگنی

تھی ضربِ اُن کی ضربِ علیؓ کی نمود
شجاعت سراپا تھا اُن کا وجود

لڑے رستمانہ یمین و یسار
تڑپتے تھے پیدل تھے حیراں سوار

دلیرانِ کوفہ ہوئے یوں نژند
ڈریں شیر سے جس طرح گوسفند

امامِؑ زماں یوں ہی لڑتے ہوئے
قریبِ درِ خیمہ تھے آگئے

بنِ سعد تھا آپؑ سے متصل
تو چلّائیں یوں زینبؓ خستہ دل

بہت اپنی حد سے بڑھے ظلم و کیں
زمیں پر گرے کاش چرخِ بریں

بنِ سعد یہ تجھ کو کیا ہو گیا
تو کس واسطے اتنا گمراہ ہوا

حسینؑ ابنِ حیدرؓ ترے سامنے
ارے بے وفا قتل ہو جائیں گے

یہ سن کر عمر نے لیا منھ کو پھیر
رہا وقفِ گریہ وہیں تا بہ دیر

ہوئی کثرتِ اشک سے ریش تر
تڑپنے لگے غم سے قلب و جگر

نشانے پہ بیٹھا ملامت کا تیر
بہ احساسِ دل ہو گیا جائے گیر

مآلِ ستم کے تصوّر سے وہ
ہوا گو بوجہِ ندامت ستوہ
مگر غلبۂ قوّتِ نفس نے
رکھا متّصل اُس کو شیطان سے

حضرتؑ کا ورُودِ نہرِ فرات پر

یُونہی گرمیٔ جنگ بڑھتی گئی
اور حضرتؑ کی تلوار چلتی رہی
پلارک زباں آپ تھے ہر طرف
یہ تیغ افگنی میں تھا حاصل شرف
چپ و راست اور پیش و پس دمبدم
سرِ دشمناں ہو رہے تھے قلم
برستا تھا خاکِ زمیں پر لہُو
بہر لحظہ شمشیر تھی سُرخ رُو
نہ تھا مرتجز[۵۷] کو بھی اِک جا قرار
سُموں سے کیا سینکڑوں کو فگار
غضب چوٹ پڑتی تھی رہوار کی
پیامِ فنا ضربتِ نعل تھی
سُمِ اسپ کی ہر زدِ جاں ستاں
تھی کُفّار کو پتکِ آہن گراں
وہ گرمی وہ لُو اور وہ طوفانِ حرب
وہ حضرتؑ پہ نیزوں کی تیغوں کی ضرب
زمیں آگ تھی اور ہوا شعلہ زن
سُلگتے تھے گرمی اسلحہ سے تن
فضا سے برستی تھیں چنگاریاں
تھی آتش فشاں موجِ ریگِ رواں
نہ تھی سخت گرمی کی دریا کو تاب
بنے تھے سرِ آب شعلے حباب

[۵۷] نامِ اسپ

شہِ دیںؑ کی حد سے بڑھی تشنگی — نظر آپ کی سوئے دریا اُٹھی

کیا ایڑ شبدیز کو آپؑ نے — بیک حملہ تا آبِ دریا گئے

ہوا اسپ داخل بہ آبِ رواں — تھا وہ باوفا بھی تو تشنہ دہاں

یہ حضرت نے چاہا وہ پہلے پیئے — مگر آپ کو دیکھ کر اسپ نے

یہ ظاہر کیا یہ تو ممکن نہیں — پیوں میں پیاسے رہیں شاہِ دیںؑ

وفا خیز انکار کو اسپ کے — جو حضرتؑ نے سمجھا تو کہنے لگے

میں پیتا ہوں پانی لے اب تو بھی پی — جُھکے آپ پانی سے چُلّو بھری

یہ چاہا کہ پانی سے لب تر کریں — ذرا قلبِ مضطر کو تسکین دیں

ابھی آپؑ کے لب ہوئے تھے نہ تر — کہ اِک تیر مُنھ پر لگا آن کر

لبِ پاک حضرتؑ کا زخمی ہُوا — جو پانی کہ چُلّو میں تھا گِر گیا

کہا ایک بے دیں نے چلّا کے یُوں — پئے غارتِ خیمہ شامی قشون

گیا اُس طرف اور ابنِ علیؓ — طلب میں اِدھر آئے ہیں آب کی

یہ سُنتے ہی حضرتؑ پریشاں ہوئے — پیاسے ہی خیمے کی جانب چلے

بڑھے روکنے کے لئے فتنہ گر — اُمنڈ آئے جیسے گھٹا جُھوم کر

لیا گھیر میداں میں کر کے ہجُوم — لگے حملے کرنے سوارانِ شوم

تھے یوں بیچ میں اُن کے حضرت گھرے — گھرے نقطہ جُوں خط پرکار سے

مگر واہ رے جُرأتِ شاہِ دیں — کہیں بڑھتے اور جم کے لڑتے کہیں

قیامت تھی اِک بُرّشِ ذوالفقار — دیا کاٹ نیزوں کو مثلِ خیار

ہوئے ٹکڑے خنجر تو ناچخ کٹے — دہن ترکشوں کے کھُلے رہ گئے

اگرچہ پیاسے تھے شاہِ زماں — تھی بے آب مچھلی کی صورت زباں

تھا غالب بہت تشنگی کا اثر — تڑپتے تھے رہ رہ کے قلب و جگر

مگر اُن کے صبر و رضا کا مقام — تھا اونچا بہت اور تہوّر تمام

دباتی تھی گو آپ کو تشنگی! — پر حملوں میں ہوتی نہ تھی کچھ کمی

یہ محسوس کرتا تھا ہر نابکار — کہ ہیں تازہ دم شاہِ عالی وقار

جدھر اُٹھ گئی تیغِ نصرت پناہ — ہوا اہلِ طغیاں کا لشکر تباہ

نہ بڑھتا تھا کوئی پئے کارزار — لرزتے تھے ڈرتے تھے میدانِ کار

یہاں تک تھی لشکر کی حالت زبوں — پرے غرقِ خوں اور علم سرنگوں

شمر کو سرزنش

یہ دیکھا تو شمرِ لعیں خود بڑھا — سواروں سے للکار کر یوں کہا

تم ہٹ جاؤ پیچھے سرِ دشت کیں — کہ بڑھنا تمھارا مناسب نہیں
پیادے بڑھیں لے کے تیر و کماں — حسینؑ اور خیمے کے ہوں درمیاں
پئے غارتِ خیمہ کچھ مرد کار — رہیں مستعد در صفِ کارزار
یہ سُنکر کماں دار آگے بڑھے — ہزاروں کی تعداد میں آگئے
میانِ امامؑ اور خیمہ تمام — گئے پھیل وہ بے وفا بد لگام
یہ نازیبا اقدامِ شمرِ لعیں — جو دیکھا تو بولے شہنشاہِؑ دیں
تم اے وہ جو مذہب سے بیگانہ ہو — ذرا کچھ تو روزِ جزا سے ڈرو
اگر ڈر تمھیں آخرت کا نہیں — نہیں تم کو منظور تائیدِ دیں
بظاہر تو دُنیا میں انساں بنو — عرب کی شرافت پہ قائم رہو
سمجھتے ہو اپنے کو نسلِ عرب — اور اُس پہ یہ کم ظرفیاں اے عجب
لڑو مجھ سے تم، تم سے لڑتا ہوں میں — ہزاروں ہو تم اور تنہا ہوں میں
شجاعت کے دعوے پہ یہ بُزدلی — کہ توہین کرتے ہو تم خیمے کی
ہٹو اس طرف سے ارے جاہلو! — بنو مرد میرے مقابل لڑو
بتاؤ قصور عورتوں کا ہے کیا — تعرّض اور اُن سے کہاں ہے روا
حمیّت کا دامن دیا تم نے چھوڑ — شرافت سے بالکل لیا مُنھ کو موڑ

میں جب تک ہوں زندہ کوئی نابکار نہ خیمے کی جانب بڑھے زینہار
اُدھر سے ہٹو اور آؤ اِدھر لڑو مجھ سے تم ہو کے سینہ سپر
یہاں تک تم انسانیت سے گرے کہ خیمے کی غارت گری کو چلے
یہ تقریر جب شمرِ دوں نے سُنی تو اُس بے حیا کو حیا آ گئی
لگا کہنے پیادوں سے للکار کر چلے آؤ ہٹ کر اُدھر سے اِدھر
سوئے خیمہ گہہ اب کوئی زینہار نہ جائے پیادہ ہو وہ یا سوار
یہ سُنکر ہٹے سب وہ اُس سمت سے اور حضرتؑ کے آکر مقابل ہوئے
ہزاروں وہ اور آپ تشنہ دہاں تھے گرمِ وغا مثلِ شیرِ ژیاں
یہ تھا وقت وہ جبکہ لڑتے ہوئے قریب آپ خیمے کے تھے آ گئے
تمنّا یہ تھی دل میں بارِ دگر پہنچ جاؤں میں تا بہ خیمہ مگر
شرارت پہ آمادہ تھے دشمناں یہ کوشش وہ کرتے تھے مِل کر وہاں
کہ حضرت نہ تا خیمہ گہہ جا سکیں نہ اتنی بھی تسکینِ دل پا سکیں
مگر بڑھ کے حضرتؑ نے دردشتِ کیں صفیں سامنے تھیں جو وہ توڑ دیں
وہ حملہ کیا آپؑ نے تُند و تیز کہ لی اہلِ کوفہ نے راہِ گریز
ہٹے خوف کھا کر دلیرانِ کار پیادے سوار اور سب نیزہ دار

رہِ خیمہ گہہ سے پرے ہٹ گئے | تو بنگاہ تک اپنی حضرتؑ بڑھے
ہوئے داخلِ خیمہ با درد و یاس | بہت پایا اہلِ حرم کو اُداس
سبھوں کے لبوں پر تھیں آہ و فغاں | تھیں مصروف گریہ سبھی بیبیاں
قیامت کا عالم تھا پیشِ نظر | جسے دیکھ ہوتا تھا ٹکڑے جگر
یہ عالم جو دیکھا تو با سوزِ جاں | بصد ضبط بولے امامؑ زماں

اہلِ بیت کے سامنے تقریر

سُنو تم کہ ہو اہلِ بیتِ نبیؐ | جہاں میں تمہاری ہے عزت بڑی
یہ مانا مصائب کا ہے سامنا | مگر عارضی ہیں یہ رنج و بلا
تمہاری حفاظت کرے گا وہی | کہ جس کی ہے کونین میں سرمدی
کمینوں کو تم سے وہ رکھے گا دُور | معین و مددگار ہوگا ضرور
وہ آزارِ دشمن سے لے گا بچا | تمہیں وقت پر ہے یہ وعدہ مرا
تمہیں دے گا وہ عزت و عافیت | سنوارے گا نیکیوں سے عاقبت
مخالف کہ جو آج ہیں کینہ توز | ہیں حق و صداقت کے دشمن ہنوز
کرے گا اُنھیں ربِ اکبر ذلیل | یقیناً وہ ہے منصفِ بے عدیل

عذابِ الٰہی سے دشمن کوئی ‏ نہ بچے گا نہ دیکھو گے تم یہ سبھی

یہاں جو حقیقت کے مُنکر رہے ‏ عذاب اُن پہ ہوں گے کئی طرح کے

یقیں ہے مجھے خالقِ کارساز ‏ بہ عزّت کرے گا تمھیں سرفراز

وہ دے گا تمھیں نعمتِ لازوال ‏ عنایت ہے اُس کی ہر اک بے مثال

مناسب یہ ہے ضبط سے کام لو ‏ لبوں پر تمھارے شکایت نہ ہو

یہ فرما کے خیمے سے باہر امامؑ ‏ چلے آئے اور پھر بہ ضبطِ تمام

سوار ہو کے گھوڑے پہ آگے بڑھے ‏ بہت مضمحل گرچہ زخموں سے تھے

شجاعت میں لیکن نہ تھی کچھ کمی ‏ قدم بڑھ کے لیتی تھی مردانگی

امامِ زماں کو جو دیکھا تو فوج ‏ بڑھی آپ کی سمت ہم رنگِ موج

لگے وار پر وار کرنے لعیں ‏ مگر واہ رے جُرأتِ شاہِؑ دیں

کبھی اُن کے حملوں کو تھے روکتے ‏ کبھی بڑھ کے خود حملہ زن ہوتے تھے

یہ کہتا ہے راوی بہ جوشِ خودی[1] ‏ طلب میں شہادت کی ابنِ علیؑ

ہر اک حملہ کرتے تھے مردانہ وار ‏ دلیروں پہ غالب تھا اُن کا وقار

تھی ہیبت ہر اک دل پہ چھائی ہوئی ‏ فضا رزمگہ کی تھی بدلی ہوئی

ہٹے سخت گھبرا کے مردانِ کار ‏ تھا فوجِ عدو میں بڑا انتشار

---

[1] خود اعتمادی و خود شناسی۔

لگاتے تھے جب تیغِ الماس گوں — مخاطب اُنھیں کر کے کہتے تھے یوں
مرا قتل تم چاہتے ہو سبھی — قسم کھا کے کہتا ہوں اللہ کی
ستم دیدہ آفت زدہ اور غمیں — نہ دیکھو گے تم مجھ سے بڑھ کر کہیں
نہ ہوگا کوئی مجھ سا مظلوم و زار — خدا سے ہوں لیکن میں اُمّید وار
عوض اِن تباہیوں کے وہ مجھے — پس از مرگ بخشے گا رُتبے بڑے
وہی لے گا تم سے مرا انتقام — بڑا منتقم ہے وہ ربِّ انام

حضرتؑ کی شہادت

یہ شمرِ جفا جو نے کر کے نگاہ — جو دیکھا کہ ڈرتی ہے کُوفی سپاہ
سواروں کے پست ہو گئے حوصلے — کھڑے ہیں نہیں بڑھتے سہمے ہوئے
کماں داروں پیادوں سے اُس نے کہا — تمھیں اپنے جوہر دکھاؤ ذرا
یہ سُنتے ہی وہ بڑھ گئے نابکار — ہوئے گرم تیر افگنی بار بار
برسنے لگے تیر اِس ڈھنگ سے — کہ اولوں کی بارش ہو جس رنگ سے
یہ عالم جو میداں میں تیروں کا تھا — تو حضرت نے موقوف حملہ کیا
تھے مجبور تیروں کی بوچھار سے — مگر صورتِ قطب تھے خود جمے

کہ اتنے میں پیشانیٔ پاک پر — لگا آ کے اک ناوکِ[1] تیز پر
بہا روئے انور سے اس درجہ خوں — کہ جسم آپ کا ہو گیا لالہ گوں
پھر اک دوسرا[2] تیر آ کر لگا — دل و سینہ کو جس نے زخمی کیا
بہ ضبط و تحمل وہ تیر آپؑ نے — لیا کھینچ تو دفعتہً زخم سے
بہی موجِ خوں صورتِ آبشار — ہوا قلبِ اطہر بہت بیقرار
لہو لے کے حضرت نے رُخ پر ملا — اور اس طرح اہلِ جفا سے کہا
یہ خوں اس لئے رخ پہ ملتا ہوں میں — کہ خدمت میں ناناؐ کی چلتا ہوں میں
بہ ایں سُرخروئی بہ ایں حالِ زار — کہوں گا کہ اے عرش کے تاجدارؐ
بہ ہر لمحہ فرزند پہ آپؐ کے — ہوئے کس قدر ظلم ہیں دیکھئے
پیاسا بہ میدانِ کرب و بلا — مجھے قتل اہلِ جفا نے کیا
زباں پر تھی حضرتؑ کی یہ گفتگو — اُدھر شمر زرعہ[3] سے بولا کہ تُو
ذرا تیغِ بُرّاں سے اب کام لے — یہ سُنکر بڑھا وہ نکوہیدہ پے
تھا کفرِ جلی سر بسر ناسزا — کیا وار اک اس نے تلوار کا
پڑی دستِ چپ پر وہ تیغِ شقی — ہتیلی گئی جس سے کٹ آپ کی
پلٹ کر اسی دم مگر آپؑ نے — کیا وار دشمن پہ اس شان سے

---

[1] یہ تیر ابوالحتوف جعفی نے مارا تھا [2] یہ تیر ابو قدام عامری نے مارا تھا [3] زرعہ بن شریک تیمی (ابنِ جریر)

گرا ہو کے دو وہ برُوئے زمیں ‏ فلک اور ملک نے کہا آفریں

تھا زخموں سے حضرت کا تن چوُر چوُر ‏ لگے ضعف سے تیورانے حضور

لہوُ اِس قدر تن سے تھا بہہ گیا ‏ کہ اب خود سنبھلنا بھی مشکل ہوا

کیا ایک مردُود نے سخت وار ‏ ہوا جس سے حضرت کا شانہ فگار

یہ حالت تھی اب ضعف سے آپؑ کی ‏ کبھی بیٹھتے اور اُٹھتے کبھی

سنان بن انس نے جو دیکھا یہ حال ‏ بڑھا لے کے اِک نیزہ وہ بدخصال

کیا وار اِس طرح بے درد نے ‏ کہ حضرتؑ تڑپ کر زمیں پر گرے

یہ توہین اور شاہِؑ کونین کی ‏ فلک کانپ اُٹھا اور زمیں ہِل گئی

پئے ذبح خولیؔ[1] جو آگے بڑھا ‏ تو گھبرا کے مردُود پیچھے ہٹا

لگا کانپنے جسم اُس کا تمام ‏ نہ قادر ہوا وہ بہ قتلِ امامؑ

سنان[2] بن انس لے کے شمشیرِ کیں ‏ بڑھا اور حضرتؑ کے آیا قریں

شہِ دیں تھے اُس وقت محوِ نماز ‏ کسی سے تھے سرگرم راز و نیاز

کہ اُس ناسزا نے بہ تیغِ جفا ‏ کیا سر کو سجدے میں تن سے جدا

لرزنے لگی کربلا کی زمیں ‏ تزلزل میں پیہم تھا عرشِ بریں

فلک پر ملائک تھے نوحہ کُناں ‏ بنا مرکزِ غم سراسر جہاں

---

[1] خولی بن یزید اصبحی ۔ [2] شیخ مفید اور بعض مورخین نے شمر ذالجوشن کو قاتل قرار دیا ہے۔

تھا اِس رنج سے قلبِ ہستی دو نیم — تڑپتی تھی رُوحِ رسولِؐ کریم

علیؓ، فاطمہؓ اور جعفرؓ، حسنؑ — تھے فردوسِ اعلیٰ میں وقفِ محن

تھے گرمِ فغاں انبیاءؑ، اولیاءؒ — سرِ بزمِ وحدت تھا ماتم بپا

یہ فرماتے ہیں جعفرؓ ابنِ علیؓ — پسِ قتل جو لاش دیکھی گئی

تو معلوم ہوا جسم پر آپؑ کے — تھے نیزے کے تینتیس گھاؤ لگے

تھے چونتیس تلوار کے زخم سخت — ہوئے مل کے یہ سب کے سب شصت وہفت [67]

سوا اِن کے تھے زخم تیروں کے بھی — کوئی رگ بھی سالم نہ تھی جسم کی

یہی بات اِس امر کی ہے دلیل — تھا یکتا جہادِ امامؑ جلیل

بہت خوب تا آخرِ دم لڑے — نہ مرعوب فوجِ ستم سے ہوئے

بہت سے لعینوں کو زخمی کیا — بہت سوں کو تا نار پہنچا دیا

غارت گری

یہ کہتے ہیں کامل اور ابنِ جریر — پس از قتلِ شہؑ کوفیانِ شریر

شقاوت کی حد سے یہاں تک بڑھے — لگے لاشۂ پاک کو لُوٹنے

عمر[2] نے عمامہ پہ قبضہ کیا — یزید بن سہل نے لی ردا

۱ـ جعفر ابن علی ابنِ محمدؑ ۲ـ عمر بن یزید۔

سناں بن انس نے لی انگشتری
محمد بن اشعث نے کی یہ خری

کہ کپڑے بدن سے لئے سب اتار
تھے دُنیا کے طالب یہ سب نابکار

اُنھیں دینِ حق سے تھا کیا واسطا
تھے مردودِ ازلی سبھی بے حیا

گئے جانبِ خیمہ پھر یہ لئیام
کہ تا جا کے اسباب لُوٹیں تمام

اثاثہ جو موجود خیمے میں تھا
وہ سب چھین غارت گروں نے لیا

تھے بیمار عابدؑ کئی روز سے
اور اِک سمت گوشے میں بستر پہ تھے

انھیں دیکھ کر شمر کہنے لگا
اِنھیں بھی چکھاؤ مزہ موت کا

یہ بہتر ہے ہم قتل اِن کو کریں
کہ تا مطمئن ہر طرح ہو سکیں

اِسی کے مگر چند ساتھیوں نے
دیا روک اُس کو اِس اقدام سے

عمر سعد اِتنے میں آیا وہاں
اور اِس طرح بولا کہ اے مردماں

نہ خیمے میں غارت گرا نہ گھسو !
نہ لُوٹو کسی کو یہاں سے ہٹو !

کِسی نے کوئی چیز لِی ہو اگر
تو واپس کرے اُس کو وہ زُود تر

لُٹیروں نے لیکن کوئی چیز بھی
نہ دی اُن کو واپس جو تھی چھین لِی

حضرتؑ کی لاش روندی گئی

بہ تحقیق پہلے بیاں ہو چکا
کہ یہ حُکم بھی تھا ابنِ زیاد کا

لہ امام زین العابدین۔

پس از قتل لاشِ حسینی کو بھی ۔۔۔ کچلنا مٹانا بہ ضربِ قوی
اُسے کرنا گھوڑوں سے سُم پائمال ۔۔۔ مرے حکمِ ناطق کا رکھنا خیال
عمر نے کہا کون ہیں وہ جری ۔۔۔ کریں گے جو تعمیل اِس حُکم کی
چنانچہ یہ سُنتے ہی دس[1] نابکار ۔۔۔ ہوئے اپنے گھوڑوں کے اُوپر سوار
بنِ سعد سے بڑھ کے کہنے لگے ۔۔۔ یہ کام ہم کریں گے دل و جان سے
گئے جانبِ لاش وہ جلد تر ۔۔۔ لگے گھوڑے دَوڑانے سب بدگہر
ہوئی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں سے چُور ۔۔۔ وہ تھے سب لعیں دین و ایماں سے دُور
ہوا روز آخر چھُپا آفتاب ۔۔۔ رُخِ لیلئ شب سے اُٹھا نقاب
غمِ شہ علیہ السلام میں وہ آئی آشفتہ حال ۔۔۔ مکدّر تھا چہرہ بہ گردِ ملال
تھی پہنے ہوئے ماتمی پیرہن ۔۔۔ پریشاں کئے زلف اور نوحہ زن
سرشک ہائے غم تھے ستارے نہ تھے ۔۔۔ بچشمِ فلک ڈبڈباتے رہے
قمر کی تجلّی تھی ظلمت نشاں ۔۔۔ اور اِک موجِ دُودِ فغاں کہکشاں
گئی رات ماتم کُناں اور سحر ۔۔۔ اُٹھی قصرِ مشرق سے باچشمِ تر
نمایاں ہوا مہرِ گردوں نشیں ۔۔۔ لئے دل پہ داغِ غمِ شاہِ علیہ السلام دیں

---

[1] اُن دس آدمیوں کے نام یہ ہیں (۱) اسحاق بن حربہ (۲) اخنس بن مرثد (۳) حکیم ابن طفیل (۴) عمر ابن صبیح الصیدادی (۵) رجاع ابن منقذ العبدی (۶) سالم ابن خشیمتہ الجعفی (۷) صالح ابن دہب جعفی (۸) واعظ ابنِ ناعم (۹) ہانی ابن ثبیت الحضرمی (۱۰) اسید بن مالک (ناسخ التواریخ)

عمر نے ارادہ کیا کوچ کا — سرانِ سپہ سے یہ اُس نے کہا

کرو جمع مقتولوں کے سر تمام — رکھو[1] اُن کو نیزوں پہ بالالتزام

مقیّد کرو جلد عورات کو — جو بچے ہیں اُن کو بھی ہمراہ لو

کرو سب کو اُونٹوں کے اُوپر سوار — یہ سب کر چکے جب وہ بیہودہ کار

تو کوفے کی جانب رواں ہو گئے — اسیرانِ بےکس کو ہمرہ لئے

بیاں ہے یہ قرّہ[2] بنِ قیس کا — کہ دیکھا ہے اُس نے یہ خود ماجرا

یہ کہتا ہے جب ہم اُدھر سے گئے — جہاں تھے شہیدوں کے لاشے پڑے

خواتینِ اشرف نے باصد تعب — پڑا دیکھا لاشوں کو بےسر تو سب

لگیں رونے چلّا کے وہ زار زار — ہوا دیکھ کر اُن کو میں بےقرار

میں دوڑا کے گھوڑا ہوا متّصل — سُنا اُن کا ہر نالۂ جاں گسل

مجھے زینبؓ خستہ دل کا یہ بین — نہیں آج بھی لینے دیتا ہے چین

حضرتِ[3] زینبؓ کا بین

یہ کہتی تھیں وہ اے رسولِ[ص] انام — فرشتوں کا تم پر درود اور سلام

یہ دیکھو پڑا ہے تمہارا حسینؑ — تمہارا جگر پارہ اور نورِ عین

---

[1] احمد بن داؤد دنیوری [2] قرہ بن قیس شاہد عینی ہے [3] احمد بن داؤد دنیوری - ابن جریر۔

ہے میداں میں آلودۂ خون و خاک
بدن اُس کا زخموں سے ہے چاک چاک
یہ نانا تمہاری ہی اولاد ہیں
جو یوں آج مرہونِ بیداد ہیں
ہر اک اِن میں سے کُشتۂ صد جفا
اُڑاتی ہے خاک اِن کے اُوپر ہوا
تمہاری ہیں یہ بیٹیاں اے نبیؐ
جو ہیں قید میں اہلِ بیداد کی
اسیراں کی طرح اِنھیں اہلِ جور
لئے جاتے ہیں کیجیے گا تو غور
شکایت ہے یہ میری پیشِ خدا
کہ ہے اہلِ حق کا وہی آسرا
جو ظلم اہلِ بیتِ نبیؐ پر ہوئے
سُنے آج تک ہیں نہ دیکھے گئے
فدا اُس پہ ہوں میرے مادر پدر
نہ پانی سے جس کا ہوا حلق تر
کیا صبر جس نے بہ رنج و تعب
ہوا قتل میداں میں جو تشنہ لب
ہوا غربت و بے کسی میں شہید
نہیں جس کے پھر لَوٹنے کی اُمید
لہو میں ہے آلودہ جس کا بدن
میسر نہیں جس کو گور و کفن
اُٹھا اِس جہاں سے جو تشنہ دہاں
کہ جس کے ہیں نانا رسولِؐ زماں
فدا میری جاں تم پہ یا مصطفیٰؐ
سہارا ہو تم قلبِ ناشاد کا
قیامت تھا بنتِ علیؓ کا بیاں
سبھی دوست دشمن تھے گریہ کُناں

حضرتؑ کا سر ابنِ زیاد کے سامنے

ستم دیدہ مظلوموں کا قافلا / عمر لے کے کوفے میں داخل ہوا
بنِ زیاد کو یہ خبر دی گئی / تمھارے مقید ہیں حاضر سبھی
یہ سُنکر وہ ناداں بہت خوش ہوا / اور اِک جلسۂ عام اُس نے کیا
ہوئے قلعہ میں جمع سب خاص و عام / جمی اُس کی محفل بصد اہتمام
ہوا صدرِ مجلس وہ خود پُر جفا / سرِ پاک کو اپنے آگے رکھا
حمید ابنِ مسلم کا ہے یہ بیاں / جو ہمراہِ خولی[1] تھا آیا یہاں
کہ حضرت کا سر اُس کے تھا سامنے / اُسے دیکھ ہنستا تھا وہ پے بہ پے
لئے اپنے ہاتھوں میں تھا اِک چھڑی / زراہِ تمسخر جسے وہ شقی
لبوں پر شہِ دیںؑ کے تھا مارتا / کئی دفعہ جب اُس نے یونہی کیا
تو زید[2] ابنِ ارقم یہ کہنے لگے / بنِ زیاد کیا ہو گیا ہے تجھے
ہٹا اِن لبوں سے تو اپنی چھڑی / قسم کھا کے کہتا ہوں اللہ کی
یہ ہے واقعہ میرا دیکھا ہوا / کہ ہونٹوں کو اپنے رسولِ خدا
اِن ہونٹوں پہ رکھتے تھے اے بدگہر / یہ وہ ہونٹ ہیں جن کے خیر البشرؐ

---

[1] خولی بن یزید [2] بعض روایات میں ہے کہ یہ بات حضرت انسؓ نے کہی تھی۔

محبّت سے بوسے لیا کرتے تھے | یہ حالات ہیں میرے دیکھے ہوئے
یہ کہکر وہ رونے لگے زار زار | بنِ زیاد کو یہ ہوا ناگوار
لگا کہنے بیہوُدہ ہو کر خفا | یہ کیا تُو نے اے بوڑھے ناداں کہا
نہ ہوتا تِری عقل میں گر فتوُر | تو میں قتل کرتا تجھے بالضرور
یہ سُنکر اُٹھے زید اُس بزم سے | چلے آئے واپس یہ کہتے ہوئے
سُنو تم یہ اے ساکنانِ عرب | میں کہتا ہوں تم سے بہ سوگندِ رب
ہو تم آج کے بعد سے سب غلام | ضرور ہو گا مختل تمھارا نظام
بنِ فاطمہؓ کو کیا تم نے قتل | سراسر ہو بیگانۂ فہم و عقل
حکومت بنِ زیاد کو تم نے دی | یقیناً تمھاری ہے یہ کوتہی
جو ہیں نیک دل اور پاکیزہ طور | اُنھیں قتل کردے گا باظلم و جور
بُروں کو بنائے گا اپنا غلام | رہے گا جفاکار ہر صبح و شام
یہ کیں ذلّتیں تم نے خود اختیار | ذلیلوں سے ناخوش ہے پروردگار

ابنِ زیاد اور حضرتِ زینبؓ

جو تھے روحِ فخرِ دو عالمؐ کا چین | خواتین نے بچّے علی بن حسینؑ

بہ پیشِ بنِ زیاد لائے گئے — بہت خستہ دل اور آزردہ تھے

خصوصاً تھی زینبؓ کی حالت سقیم — تھا دل اُن کا رنج و الم سے دونیم

بہت مضطرب تھیں بہ دردِ نہاں — تھا ہر سانس کی تہہ میں دُودِ فغاں

بدن پر تھا معمولی اُن کے لباس — تھیں تصویرِ حیرت بصد درد و یاس

گھٹا غم کی تھی دل پہ چھائی ہوئی — نہ پہچان سکتا تھا اُن کو کوئی

وہ اِک سمت بیٹھی ہوئی تھیں خموش — خموشی بھی تھی اُن کی نالہ فروش

کنیزیں تھیں چاروں طرف اُن کے یوں — گُلِ خشک کے پاس غنچے ہوں جوں

بنِ زیاد اُنھیں دیکھ کہنے لگا — یہ ہیں کون مجھکو بتاؤ ذرا

نہ اُس کو دیا آپؓ نے کچھ جواب — کہ دل اُن کا تھا سوزِ غم سے کباب

مکرّر کیا اُس نے پھر یہ کلام — بتاؤ تو مجھکو ہے کیا اِن کا نام

تو بول اُٹھی یوں آپ کی اِک کنیز — بطرزِ مہذب بہ حُسنِ تمیز

یہ زینبؓ ہیں بنتِ علیؓ ولی — دو عالم کی عظمت اُنھیں دی گئی

زراہِ شماتت وہ کہنے لگا — ستائش کے قابل ہے ذاتِ خدا

ہے شکر اُس کا جس نے کیا تم کو خوار — کیا قتل و رسوا بصد حالِ زار

عیاں ہو گیا اب تو یہ بے قصور — کہ دعویٰ تمھارا تھا باطل ضرور

یہ سن کر بڑھا آپ کا اضطراب
دیا فوراً اس طرح اُس کو جواب

حضرتِ زینب رض

میں کرتی ہوں اُس رب کی حمد و ثنا
جو ہر غم زدہ دل کا ہے آسرا

ستائش کے قابل ہے وہ ہر گھڑی
بہ فیضِ محمدؐ ہمیں اُس نے ہی

سرافراز رحمت سے اپنی کیا
دو عالم کی عزت ہمیں کی عطا

زہے شانِ پروردگارِ جہاں
کیا اُس نے ہم کو فضیلت نشاں

ہمیں پاک کر کے بہ فضل و کرم
بنایا ہے کونین میں محترم

کہا تو نے جو وہ ہے کذب و دروغ
نہیں پاتا کاذب جہاں میں فروغ

جو فاسق ہیں ہوتے ہیں رُسوا وہی
محیط اُن پہ ہیں ظلمتیں کفر کی

یہاں جو کہ ہیں رہنِ فسق و فجور
ہیں رُسوائے کونین وہ بے قصور

عمل جس کا ہے ارتکابِ بدی
نہ وہ مردِ حق ہو سکے گا کبھی

جسے حق کی تائید حاصل نہیں
بہ حُسنِ صداقت وہ کامل نہیں

ہر اک اُس کا دعویٰ ہے باطل یہاں
میں کہتی ہوں سچ یہ بہ ربِّ جہاں

یہ ہے ہم پہ احسانِ پروردگار
غلط رَو ہیں ہم اور نہ ہیں فتنہ کار

ہمارا جو دعویٰ ہے باطل نہیں
بہر طور ہیں ہم صداقت گزیں

ابنِ زیاد

یہ سُنکر بنِ زیاد کہنے لگا
یہ غور و تامل یہ دیکھو ذرا

ہوا قتل کُنبہ تمھارا تمام
ہیں آگاہ اِس سے سبھی خاص و عام

یہ حُکمِ خدا سے ہوا جو ہوا
ملی تم کو اپنے کیئے کی سزا

حضرتِ زینب رضؓ

یہ سُنتے ہی زینب رضؓ وہیں بول اُٹھیں
تو آگاہِ رازِ حقیقت نہیں

ہوئے قتل وہ سب بامرِ قضا
تھا قسمت میں ایسا ہی اُن کی لکھا

وہ مقتل میں پہنچے بہ تائیدِ رب
ہوئے سرخرو وقت پر سب کے سب

ازل سے تھے وہ سب شہادت نصیب
ہوئے رحمتوں سے خدا کی قریب

بہت جلد وہ آنے والا ہے روز
کہ تم اور وہ سب سعادت فروز

کھڑے ہو گے پیشِ خدائے قوی
اور ہو گی وہاں پرسش اعمال کی

تمھارے بھی اُن کے بھی ہونگے بیاں
عیاں ہو گا ہر اک کا رازِ نہاں

وہاں ہوں گے باہم سوال وجواب
تُلے گا بہ میزاں ہر اک ارتکاب
نہ ظالم اماں پاسکیں گے وہاں
کیے کی سزا پائیں گے بے گماں

ابنِ زیاد

بنِ زیاد تھا فطرتاً بے شعُور
لگا کہنے زینبؓ سے باصد غرور
تمھارے جو مغرور سردار تھے
وہ باغی حکومت سے تھے ہو گئے
خدا نے انھیں سخت دے کر سزا
کلیجے کو ٹھنڈا مِرے کر دیا

حضرتِ زینبؓ

یہ جملے بنِ زیاد کے سخت تھے
کئی اِن میں تھے تیز نشتر چھُپے
اِنھیں سن کے زینبؓ ہوئیں بے قرار
نہ باقی رہا ضبط پر اختیار
تھیں صدماتِ پیہم سے اندوہگیں
بہ درد و الم وہ یہ کہنے لگیں
یہ ہے واقعہ تو نے باصد ستم
کئے میرے سرداروں کے سر قلم
مِرا خانداں تھا فضیلت مآب
ہر اک فرد تھا اُس کا عالی جناب
مٹایا اُسے تو نے اے ناسپاس
دیئے مجھ کو رنج و الم بے قیاس

وہ شاخیں جو ہونے کو تھیں گلفشاں ۔ نہ چھوڑا کہیں اُن کا باقی نشاں
مری جڑ اکھاڑی بصد ظلم و جور ۔ ضعیفوں کو بچّوں کو مارا بہ زور
تمنّا تری اِس سے پوری ہوئی ۔ تو میں کیا کہوں مرضیٔ حق یہ تھی
کلیجا ہے ٹھنڈا ترا خوش ہے تُو ۔ ہے آلودۂ خوں مری آرزو
بہ صبر و توکّل میں ہوں مطمئن ۔ ہمیشہ نہ قائم رہیں گے یہ دن
بنِ زیاد نے مسکرا کر کہا ۔ یہ تیرا بیاں ہے شجاعت نما
ہے جانِ بلاغت تری گفتگو ۔ علیؓ ابنِ عمراں کی بیٹی ہے تُو
وہ شاعر بھی تھا اور بہادر بھی تھا ۔ سبھی اِس حقیقت سے ہیں آشنا
لگی کہنے یوں زینبؓ دل حزیں ۔ مجھے کام کچھ شاعری سے نہیں
میں عورت ہوں اور وہ بھی آفت زدہ ۔ شجاعت کا عورت سے کیا واسطہ
یہ اِس وقت جو کچھ ہے میرا بیاں ۔ فقط ہے یہ اک شرحِ دردِ نہاں
شجاعت کا اظہار میں غم نصیب ۔ کروں کیا کہ ہے حالِ دُنیا عجیب
کوئی وقفِ غم ہے کوئی ہے مگن ۔ غمی و خوشی ہے یہاں پنجہ زن
ہے تائیدِ حق میں نے جو کچھ کہا ۔ وہ سمجھیں گے جو ہیں خدا آشنا

ابن زیاد اور امام زین العابدینؓ

بنِ زیاد حیرت سے تھا خود خموش | نگاہوں کا عالم تھا خجلت فروش
ضمیر اُس کا تھا گو ملامت کناں | مگر غلبۂ کفر سے ہر زماں
وہ اظہارِ نخوت پہ مجبور تھا | جو عابد[1] کو دیکھا تو کہنے لگا
یہ ہیں کون اور اِن کا کیا نام ہے | وہ بولے کہ کہتے ہیں عابد مجھے
ہوں ابنِ حسینؑ اور علیؓ میرا نام | سُنا یہ تو کہنے لگا بد لگام
ہوا تو نہ کیوں قتل کیسے بچا | خدا نے تجھے کیوں نہ ذبح کیا
وہ بولے مشیّت خدا کی یہ تھی | مرا بھائی تھا دوسرا اِک علیؓ
اُسے قتل اہلِ جفا نے کیا | یہ سُنکر بنِ زیاد نے یوں کہا
حکومت کا باغی تھا وہ اِس لئے | خدائے دو عالم نے مارا اُسے
بنِ زیاد کی بات سُنکر امامؑ | لگے پڑھنے یہ آیتِ خوش نظام

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا وما کان لنفس
ان تموت الا باذن اللہ

بلاشک ہے یہ بات مانی ہوئی | کہ مرتے ہیں جب وقت پر آدمی

---

[1] امام زین العابدین۔

تو رُوحوں کو اُن کی تمام و کمال ۔۔۔ اُٹھاتا ہے اپنی طرف ذوالجلال
نہ دے حکم جب تک کہ ربّ العلا ۔۔۔ کوئی بھی تو ہوتا نہیں ہے فنا
بِلا اذنِ رب کوئی مرتا نہیں ۔۔۔ اسے مانتے ہیں سب اہلِ یقیں
یہ سُنکر بنِ زیاد چلّا اُٹھا ۔۔۔ اور آمادۂ قتلِ عابدؔ ہوا
لگا کہنے غصّے میں وہ بے ادب ۔۔۔ کرو قتل اِن کو بھی از حکمِ رب
یہ دیکھا تو زینبؓ ہوئیں بیقرار ۔۔۔ لگیں رونے گھبرا کے وہ زار زار
لگی کہنے پھر یہ بنِ زیاد سے ۔۔۔ جو تُو قتل پر اُن کے آمادہ ہے
مجھے ساتھ ہی اِن کے کر قتل تُو ۔۔۔ بہے تا کہ دونوں کا پیہم لہو
جیوں بعدِ عابدؔ یہ ممکن نہیں ۔۔۔ ہے موت اِن کی میری فنا کر یقیں
تِرا ہوگا مجھ پر یہ احساں بڑا ۔۔۔ تُو اِک ساتھ دونوں کو کر دے فنا
یہ دیکھا جو حضرت[1] نے مردِ شقی ۔۔۔ شرارت پہ آمادہ ہے واقعی
مرے قتل پر اب وہ تیار ہے ۔۔۔ جو کچھ اِس سے کہیئے وہ بے کار ہے
تو اُس سے کیا آپ نے یوں خطاب ۔۔۔ مری بات سُن ہو نہ گرمِ عتاب
مجھے قتل کا اپنے کچھ غم نہیں ۔۔۔ اجل مجھ سے رہتی ہے ہر دم قریں
فنا و بقا سے جو ہیں بے نیاز ۔۔۔ ہیں منزل بہ منزل حقیقت طراز

---

[1] امام زین العابدین۔

تو اِن عورتوں کے مراتب سے گر
ہے واقف تو رکھ اِتنا مدِّ نظر

مِرے بعد تو اُن کے ہمرہ ضرور
اُسے بھیجنا جو ہو مردِ شعور

رہے ساتھ اِن کے جو ہو متّقی
نبا ہے روایات اسلام کی

بنِ زیاد یہ سُن کے حیراں ہوا
بہت دیر تک اُن کو دیکھا کیا

بہت دل میں کھاتا رہا پیچ و تاب
کیا اپنے لوگوں سے پھر یوں خطاب

یہ رشتہ بھی کیا چیز ہے دیکھیے
خدا کی قسم یہ یقیں ہے مجھے

کہ زینبؓ بھتیجے کے ہمرہ ابھی
ہے تیّار مرنے کو با صد خوشی

مناسب یہ ہے اِس کو میں چھوڑ دوں
بلا وجہ الزام کیوں سر پہ لوں

دیا حکم اُس نے کہ یہ طفل بھی
رہے اور قیدیوں کے ساتھ ہی

ابنِ عفیفؓ[1] کی شہادت

جو ہیں صاحبِ عزم اور متّقی
سوائے خدا وہ کسی سے کبھی

نہیں ڈرتے اور رہتے ہیں پاکباز
ہیں اعمال اُن کے صداقت نواز

وہ اعلانِ حق کرتے ہیں برمحل
وجود اُن کا ہے رحمتِ عزّ و جل

بنِ زیاد فارغ اِدھر سے ہوا
تو ایک اُس نے مسجد میں جلسہ کیا

---

[1] ابنِ جریر۔ کامل ۳۵ حضرت علیؓ کے مشہور صحابی ہیں۔ جنگِ جمل و صفین میں زخمی ہو کر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے تھے۔

سرِ منبر اُس نے یہ تقریر کی — سُنو اہلِ کوفہ! بدل تم سبھی
میں کرتا ہوں شُکرِ خدا بار بار — جو تھا حق وہ اُس نے کیا آشکار
جو حق پر تھے وہ ہو گئے فتحیاب — ہوئے اہلِ باطل تباہ و خراب
اور ابنِ معاویہ[1] کا اقتدار — بڑھا اے زہے فضلِ پروردگار
ہوا اُس کے لوگوں کو غلبہ نصیب — ہوئے فتح و نصرت سے وہ سب قریب
کدھر حق تھا یہ امر ظاہر ہوا — نہ باطل پرستوں سے کچھ ہو سکا
وہ کاذب بنِ کاذبِ فتنہ ساز — حسینؑ ابنِ حیدرؓ بغاوت نواز
ہوا قتل میداں میں باصد عذاب — ہوئے اُس کے ساتھی بھی ناکامیاب
سُنا یہ تو عبد اللہ ابنِ عفیفؓ — کھڑے ہو گئے اور بہ عزمِ شریف
لگے کہنے چلّا کے باصد جلال — یہ بکتا ہے کیا تُو ارے بدمآل
تُو کذّاب اور ابنِ کذّاب ہے — ہے کیا ابنِ حیدرؓ سے نسبت تجھے
کھڑا ہو کے منبر پہ اے ناسزا — تُو کرتا ہے توہینِ آلِ عبا
خبردار اپنی زباں بند کر — نزولِ عذابِ الٰہی سے ڈر
ترے یار، تُو اور ترا امیر — ہیں سب مستحقِ عذابِ سعیر
یہ سُنکر بنِ زیاد جھلّا اُٹھا — بصد غیظ یہ حکم اُس نے دیا

---

[1] یزید بن معاویہ۔

اِنھیں قتل کردو مرے رُو برُو
کہ بیہودہ ہے اِن کی یہ گفتگو

سُنا جب کہ یہ حُکم عبداللہ نے
بڑھے آگے اور جوش میں آگئے

صدا آہ مبرور اکی دی وَہاں
جسے سُن کے دوڑے کچھ ازدی جواں

بچایا اُنھیں قتل سے وقت پر
گئے ہو کے محفوظ وہ اپنے گھر

مگر وقتِ شب پھر بنِ زیاد نے
کرایا گرفتار اُنھیں ظلم سے

اُنھیں قتل بیدرد نے پھر کیا
عذابِ دو عالم کو سر پر لیا

ازاں بعد ظالم نے حضرتؑ[1] کا سر
نصب کر کے اِک نیزے کی نوک پر

گلی کوچوں میں اُس کی تشہیر کی
مگر پھر بھی خاموش فطرت رہی

نہ آیا جہاں میں کوئی انقلاب
عذابوں کا طوفاں رَہا محوِ خواب

سبب اِس کا یہ ہے کہ فطرت کے کام
ہیں مرہونِ اوقات با صد نظام

یزید کے سامنے

بھلا عقل کی ہے یہ ہمّت کہاں
کہ فطرت کی سمجھے عجب کاریاں

کبھی دشمنوں پر ہے اُس کا کرم
کہیں دوست ہیں اُسکے وقفِ ستم

وہ ہے اپنے اعمال کی راز داں
ہے خود ذمّہ دار نظامِ جہاں

---

[1] حضرتِ حسین علیہ السّلام کا سرِ مبارک۔

یہ کہتا ہے راوی فرخ سیر | بنِ زیاد نے سب شہیدوں کے سر
حوالے بنِ قیس[1] کے کر دیے | دیا حکم اُس کو کہ اے نیک پے
اِنھیں جلد لے جا بہ پیشِ یزید | کہ ہے تیرے حق میں یہ فالِ سعید
بنِ عوف[2] و طارق[3] کو ہمراہ لے | جہاں تک ہو کر جلد منزل یہ طے
بنِ قیس لے کر سروں کو چلا | اسیروں کا بھی بعد ازاں قافلا
بنِ زیاد کے حکم سے سوئے شام | روانہ ہوا اور ابنِ[4] امام
تھے با درد و غم ہمرہِ کارواں | گلے میں تھا اِک اُن کے طوقِ گراں
مقدس اسیروں کا یہ قافلا | تھا گرمِ سفر در رہِ ابتلا
جسے دیکھ کر آسمان و زمیں | تھے لرزندہ اور سخت اندوہگیں
محیطِ زمانہ تھی افسردگی | تھے کوہ و بیاباں سبھی ماتمی
تھی اِک نالۂ درد بانگِ درا | فغاں بن کے اُٹھتی تھی موجِ ہوا
سروں پر بگولے اُڑاتے تھے خاک | تھے ذراتِ میداں کے سینے بھی چاک
روایت یہ ابنِ ربیعہ[5] کی ہے | سبھی مستند جانتے ہیں جسے
وہ کہتا ہے جس وقت زحرِ[6] پلید | گیا شاد و خرم بہ پیشِ یزید
میں دربار میں اُس کے موجود تھا | یزید اُس سے اِس طرح کہنے لگا

---

[1] زحر ابنِ قیس [2] ابوبردہ بن عوف ازدی [3] طارق ابنِ ابی ظبیان [4] امام زین العابدین [5] غاز ابن ربیعہ [6] زحر ابنِ قیس۔

بتا کیا خبر ہے مجھے جلد تر — کہا اُس نے اے والیٔ مقتدر
خبر فتح و نصرت کی لایا ہوں میں — بہت خرّم و شاد آیا ہوں میں
حسینؑ اور ہمراہی اُس کے تمام — ہوئے قتل میداں میں اے نیک نام
ہیں ڈوبے ہوئے خوں میں اُن کے لباس — نہیں کوئی بھی اُن کی لاشوں کے پاس
برہنہ پڑے ہیں سرِ دشتِ کیں — بجز بے کسی کوئی اُن کا نہیں
ہوئے خاک سے اُن کے چہرے خراب — ہیں تصویرِ عبرت وہ سب اے جناب
ہیں جھلسے ہوئے دھوپ سے اُن کے تن — بنے ہیں وہ خوراکِ زاغ و زغن[1]
یہ ابنِ معاویہ[2] نے جب سُنا — نہ وہ کر سکا ضبط اور رو دیا
کہا اُس نے گھبرا کے باچشمِ تر — خدا کی ہو لعنت بنِ زیاد پر
جو ہوتا وہاں میں تو ممکن نہ تھا — یہ جو کچھ ہوا وائے صد حسرتا
میں کرتا حسینیوں سے درگزر — نہ پہنچا تا یک ذرّہ اُن کو ضرر
وہ تا دیر افسوس کرتا رہا — نہ انعام قاصد[3] کو اُس نے دیا
روایت یہ قاسم[4] سے ہے چشم دید — شہیدوں کے سر جب کہ پیشِ یزید
سریرِ حکومت پہ رکھے گئے — تو اُس وقت یہ شعر اُس نے پڑھے
ابی قومنا ان ینصفونا فانصفت — قواضب فی ایماننا تقطر الدما

---

۱ ابنِ جریر و کامل ۲ یزید ۳ ابن جریر و کامل - تاریخ کبیر ذہبی - ۴ قاسم ابن عبدالرحمٰن غلام یزید۔

یفلقن هاماً من رجال اعزۃ — علینا وھم کانوا اعق واظلما

نہ انہوں نے انصاف ہم سے کیا — تو وہ ہو گئے مستحقِ سزا
وہ تلواریں ہیں جو کہ برّندہ تر — پڑیں اِن پہ جن سے کٹے اِن کے سر
ہماری یہ تیغیں ہیں وہ خونفشاں — مٹاتی ہیں جو باغیوں کے نشاں
یہ اشعار سُنتے ہی ابنِ حکم[1] — لگا پڑھنے یہ شعر با درد و غم

لهام بجنب الطف ادنیٰ قرابۃ
من ابن زیاد العبد ذی الحسب الوغل
سمیۃ امسیٰ نسلها عد دالحصیٰ
ولیس لآل المصطفیٰ الیوم من نسل

یہ عبرت ذرا غور سے دیکھئے — وہ سر جو کہ ہیں کربلا میں پڑے
کہاں وہ، کہاں نفسِ ابنِ زیاد — غلام اور رسوا ہے وہ بدنہاد
قرابت میں اُس سے فزوں ہیں وہ سر — اِسے جانتا ہے ہر اِک حق نگر
سمیہ کی تو نسل میں کیا کہوں — ہے پتھر کے ریزوں کی صورت فزوں
مگر برگزیدہ پیمبر کی نسل — ہوئی کربلا میں بصد ظلم قتل
یہ سُنتے ہی تازہ بتازہ نشید — لگا کہنے ابنِ حکم سے یزید

---

[1] یحییٰ ابنِ حکم۔

تو خاموش رہ کر نہ ایسا کلام — حقیقت ہے پوشیدہ تجھ پر تمام
تھے ابنِ علیؑ[2] سخت دشمن مرے — وہ کہتے تھے ہر وقت غاصب مجھے
سمجھتے تھے رتبے میں خود کو فزوں — یہ کہتے تھے جائز خلیفہ میں ہوں
یہ جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا وقت پر — نہیں فیصلے سے قضا کے مفر
یہ کہتا ہے راوی بن ثعلبہ[1] — قریب یزید آیا اور یہ کہا
ہیں فاجر کمینے مرے ساتھ سب — میں لایا ہوں اُن کو حضوری میں اب
ہوا سخت برہم یہ سن کر یزید — کہا بک رہا ہے تو کیا اے پلید
حمیّت تری بے خرد کیا ہوئی — تری ماں سے بڑھ کر کسی زن نے بھی
نہ پیدا کیا ہوگا طفلِ شریر — حماقت میں تیرا نہیں ہے نظیر
دیا حکم اُس نے امیرانِ شام — ہوں دربار میں جمع با اہتمام
وہیں آئیں سب اہلِ بیتِ نبیؐ — ضروری ہے سب کے لئے حاضری
چنانچہ اسیرانِ غم کو وہاں — لے آئے، وہ بیٹھے بہ سوزِ نہاں
امیرانِ دربار بھی آ گئے — سب آپس میں کچھ کہتے سنتے رہے
جو عابد[2] کو دیکھا تو بولا یزید — تکبّر سے کہنے لگا یوں پلید
تمھارے پدر نے جو حق تھا مرا — بھلایا اُسے کیا نہیں یہ ہوا

---

۱ محضر بن ثعلبہ ۔ ۲ امام زین العابدینؓ ۔

جو رشتہ مِرے اُن کے تھا درمیاں — اُنھوں نے کیا قطع وہ بے گُماں
وہ میری حکومت کے دشمن ہوئے — سبھوں پر ہویدا ہیں یہ واقعے
خدا نے اِسی وجہ سے اے علیؓ[1] — کیا وہ جو دیکھا ہے تم نے سبھی
سراسر تھی ناحق یہ گفتِ یزید — ہوا دل کو حضرتؓ کے صدمہ شدید
یہ آیت جواباً پڑھی آپؓ نے — سبھی اہلِ دربار سُنتے رہے

"ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب
من قبل ان نبراھا ان ذالک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا
علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم واللہ یحب کل مختال فخور"

تمھاری نہیں ہے مصیبت کوئی — نہ ہو جو کہ پہلے سے لکھی ہوئی
یہ آسان ہے بہرِ ربِّ قدیر — یہ تنظیم ہے اِس لئے بے نظیر
نہ نقصان پر تم کو افسوس ہو — نہ غُرّہ فوائد پہ تم کر سکو
جو کرتے ہیں فخر اور مغرور ہیں — اُنھیں سے عنایاتِ حق دُور ہیں
یزیدِ معاویہ با صد اثر — خواتین و اطفال کو دیکھ کر
بہ افسوس اِس طرح کہنے لگا — خدایا بنِ زیاد کا ہو بُرا
سراسر کیا اُس نے بیہودہ کام — غلامانہ ہوتا ہے کارِ غلام

---

[1] علی بن حسینؑ یعنی امام زین العابدینؓ۔

نہیں اُس کا ہے اُن سے رشتہ کوئی
جبھی تو یہ نالائقی اُس نے کی

خدا کی ہو لعنت ابنِ زیاد پر
نہ سمجھا حقیقت کو وہ بدگہر

حضرتِ زینبؓ کی دلیرانہ گفتگو

یہ کہتی ہیں فاطمہ بنتِ علیؓ
کہ دربار میں اُس کے جب ہم سبھی

بٹھائے گئے با دلِ پُر ملال
اور اُس نے ہمیں دیکھا آشفتہ حال

تو وہ پیش آیا بہ لطف و کرم
اخوت پہ مائل رہا دمبدم

اِس اثنا میں اِک شامی سرخ رنگ
کھڑا ہو کے کہنے لگا بے درنگ

یہ درخواست کرتا ہوں میں اے امیر
مجھے دیجئے گا یہ دُختِ اسیر

اشارہ یہ اُس کا مِری سمت تھا
میں گھبرا گئی دل مِرا کانپ اُٹھا

یہ دیکھا تو زینبؓ وہیں بول اُٹھیں
کہا چُپ ہو بکتا ہے کیا اے لعیں

کمینہ ہے تُو اور شیطاں نژاد
زباں اپنی کر بند او بدنہاد

یہ وہ بات ہے جس کا اے نابکار
یزید اور تجھکو نہیں اختیار

ارے او کمینے ارے بدگہر
خبردار نظریں اُٹھیں گر اِدھر

سُنا یہ تو ابرو پہ بل آ گیا
یزید ہو کے برہم یہ کہنے لگا

یزید ابنِ معاویہ

میں حاکم ہوں از حکمِ پروردگار جو چاہوں کروں مجھکو ہے اختیار
نہیں چھین سکتا مرا حق کوئی مسلّم ہے اب میری شاہنشہی

حضرتِ زینبؓ

خدا نے نہیں تجھکو یہ حق دیا یہ دعویٰ سراسر ہے باطل ترا
اگر دینِ برحق سے منکر ہے تو تو ہے ٹھیک پھر یہ تری گفتگو
تُو جب تک ہے پابندِ دینِ مبیں حق اِس طرح کا تجھکو حاصل نہیں

یزید بن معاویہ

برادر ترا اور تیرا پدر ہوئے منکرِ دینِ حق بے خبر

حضرتِ زینبؓ

مرے ناناؐ کے دیں سے اے ناصواب ہوا تیرا دادا فضیلت مآب

ہے ظاہر مرے باپ کے دین سے
ہدایت ترے باپ نے پائی ہے

مرے بھائی کا دین اے فتنہ گر
ہے تیرے لئے بھی ہدایت اثر

یزید بن معاویہ

تُو جھُوٹی بیاں بھی ہے جھُوٹا ترا
صداقت سے تجھ کو نہیں واسطا

حضرتِ زینب رضؓ

مِری گفتگو ہے صداقت گزیں
تُو حقدار کا حق سمجھتا نہیں

حکومت کہ تُو جس پہ مغرور ہے
بہ ظلم و ستم مل گئی ہے تجھے

نہیں مستحقِ حکومت ہے تُو
نہ مغروریوں ہو مرے رُوبرُو

حکومت تِری اور تِرا احتشام
زبردستیوں کا ہے باطل نظام

جو ہیں پاک طینت صداقت نہاد
تُو دُشنام سے اُن کو کرتا ہے یاد

بزعمِ حکومت تو اے بد لگام
دباتا ہے مخلوق کو صبح و شام

بہ تائیدِ ابلیس اے ناسپاس
تُو ہے گرمِ ظلم و ستم بے قیاس

جب اُس نے یہ تقریرِ زینب رضؓ سُنی
ہوا چُپ بہ احساسِ شرمندگی

اور اُس شامی سرخ کو ڈانٹ کر — کہا دُور ہو دُور اے بدگہر
بھری بزم حیرت فزا ہو گئی — تھی دربار میں ہر طرف خامشی
کئی اہلِ دربار نے یہ کہا، — یہ قیدی ہیں گستاخ اے بادشا
سزا دیجئے سخت اِن کو ابھی — کہ تا بھول جائیں یہ سب سرکشی
مگر اُٹھ کے نعمان[1] کہنے لگا — بہت نامناسب ہے یہ مشورا
یہ ہیں اہلِ بیتِ نبیؐ اے یزید — نہیں چاہئے اِن پہ سختی شدید
وہ کر اِن کے حق میں بجائے سزا — جو اِس وقت کرتے رسولِ خداؐ
یہ سُنکر یزید اور امیرانِ شام — لگے رونے پیہم بہ سوزِ تمام
تھے سب اہلِ دربار گریہ کُناں — دلوں سے دھُواں بن کے اُٹھی فغاں
سُنا ہند[2] نے جبکہ یہ ماجرا — کہ آلِ عبا سب بدشتِ وغا
شہید ہو گئے اور خواتین سب — اسیرِ جفا ہیں بہ رنج و تعب
سروں کو شہیدانِ مظلوم کے — سنانوں پہ رکھ کر بنِ زیاد نے
بہ ذلّت دیا بھیج پیشِ یزید — تو دل پر ہوا اُس کے صدمہ شدید
ہوئی شدّتِ رنج سے بے قرار — تڑپ کر لگی رونے وہ زار زار
گئیں قصرِ شاہی میں جب بیبیاں — ہوئے سب انھیں دیکھ گریہ کُناں

---

[1] نعمان بن بشیر [2] ہند بنت عبداللہ زوجۂ یزید۔

زنانِ اُمیّہ تھیں وقفِ بُکا — بپا ہر طرف شورِ محشر ہُوا
ضعیف و جواں اور چھوٹے بڑے — تھے مشغولِ ماتم جدھر دیکھئے
یزیدِ معاویہ باصدِ غمی — ہوا داخلِ قصرِ غم جس گھڑی
تو کہنے لگیں اُس سے یوں فاطمہؑ[1] — بتا ہم سے تیرا ارادہ ہے کیا
رسولِ خدا کی جو ہیں بیٹیاں — کنیزوں میں کیا ہوں گی شامل یہاں
وہ کہنے لگا اے بھتیجی مری — یہ ہرگز نہ ہوگا نہ ہوگا کبھی
بہ اعزاز و رحمت بہ لطف و کرم — میں رکھوں گا تم کو خدا کی قسم
میں دوں گا تمھیں اُس سے دُگنا یہاں — تمھارا جو لُوٹا گیا ہے وہاں
چنانچہ دیا حکم اُس نے جبھی — کہ جتنے بھی ہیں اہلِ بیتِ نبیؐ
اُنھیں رکھا جائے بہ لطفِ تمام — رہے اُن کی خاطر ہر اک اہتمام
دیا جائے اتنا اِنھیں بے خیال — جو دُگنا ہو نقصان سے اُن کے مال
ہوئی جلد تعمیل اِس حُکم کی — روایت یہ ہے مستند واقعی

ایک واقعہ

یزیدِ معاویہ ہر صبح و شام — طلب کرتا جب بہرِ خوردن طعام

---

[1] فاطمہ بنتِ حسینؑ۔

تو سجادؑ[1] کو بھی بہ لطف و سرور
شریکِ خورش کرتا تھا وہ ضرور

بلاتا تھا ہر روز انھیں خوان پر
عنایت کی رکھتا تھا اُن پر نظر

کہا اُس نے اِک دن یہ سجادؑ سے
عمرؑ[2] کو بھی ساتھ اپنے لے آئیے

وہ بچہ بھی کھائے بہ لطف و خوشی
یہ اِک التجا آپ سے ہے مِری

بلاؤں گا خالد[3] کو بھی وقت پر
بہت ہوں گے خوش دونوں باہم گر

ابھی دونوں کمسن ہیں اے مہرباں
وہ کھیلیں گے ہو کر بہت شادماں

چنانچہ عمر کو بہ وقتِ طعام
وہاں اپنے ہمراہ لائے امامؑ

اُدھر سے بھی ابنِ یزید[4] آ گیا
ہوئے جمع سب، کھانا بھی کھا لیا

یزید ہو کے فارغ بصد التفات
عمر سے یہ بولا سنو میری بات

مِرے بیٹے خالد سے اب تم لڑو
بنو پہلوان اور کُشتی کرو

عمر نے کہا اِک چھُری دے مجھے
اور اِک دوسری اپنے خالد کو دے

لڑائی کا پھر دیکھنا رنگ تُو
کہ بہتا ہے کیوں کر زمیں پر لہو

یہ ننھے بہادر کا سُن کر بیاں
یزید ہنس پڑا اور ہوا شادماں

بہ فرطِ محبت عمر کو اُٹھا
لیا گود میں اور کہنے لگا

حقیقت ہے یہ ایک مانی ہوئی
کہ مار ہوتا ہے بچہ مار بھی

---

۱ امام زین العابدینؑ ۲ عمر بن امام حسنؑ ۳ خالد ابنِ یزید ۴ خالد۔

اہلِ بیت کو رخصت کرنا

یہ کہتا ہے راوئی دانش فروز | یزید معاویہ نے چند روز
خواتینِ اشرف کو اپنے یہاں | بہ عزّت بہ حُرمت رکھا میہماں
بہ اعزاز پھر اُن کو رخصت کیا | مدینے کو جب وہ ہوئیں رہ گرا
تو اک معتبر شخص[1] اور فوج کو | کیا اُن کے ہمرہ بطورِ نکو
یہ تہدید سب کو دیا حکمِ عام | سفر میں رہیں باادب وہ تمام
پریشاں نہ ہوں اہلِ بیتِ نبیؐ | سہولت رہے اُن کو ہر بات کی
کریں جب وہ منزل پر اپنا قیام | رہیں غیر سب فاصلے سے تمام
چنانچہ سفر میں وہ مردِ حلیم | رہا اپنے کردار میں مستقیم
ہر اک طرح کا اُس نے رکھا خیال | کہ آیا نہ دل پر کسی کے ملال
بخوبی کیا فرض اپنا ادا | مدینے میں اُن سب کو پہنچا دیا
یہ کہتا ہے اک راوئی معتبر | کہ جب پہنچا یہ قافلہ اپنے گھر
تو زینبؓ نے اور فاطمہؓ[2] نے جبھی | کی اِس طرح توقیر اُس مرد کی
اُتار اپنے ہاتھوں سے کنگن لئے | اور اُس مرد کو باخوشی دے دیئے

۱؎ شیخ مفید لکھتے ہیں کہ وہ معتبر شخص نعمان بن بشیر تھا ۲؎ فاطمہ بنت حسینؑ۔

کیا عذر پھر یہ کہ اے حق شناس — بجز اِن کے کچھ بھی نہیں اپنے پاس
غنیمت سمجھ اِن کو اے باوفا — تجھے اجر خدمت کا دے گا خدا
مگر اُس پسندیدہ خو مرد نے — نہ کنگن لئے اور لوٹا دیئے
لگا کہنے پھر یوں وہ خدمت گزار — کہ اے اہلِ تطہیر و عفّت شعار
یہ تھی میری خدمت برائے خدا — میں کیا اِس کا لوں آپ سے اب صلا
خیالِ شہنشاہِ کونین سے — کئے کام جو کچھ بھی میں نے کئے

مدینے میں ماتم

تمام اہلِ تاریخ کا ہے بیاں — مدینے میں پہنچی نہ تھیں بیبیاں
کہ اِس حادثے کی خبر پہلے ہی — وہاں تھی بہ ہر حال پہنچی ہوئی
بنی ہاشمیوں نے جب یہ سُنا — کہ آنے کو ہے غم زدہ قافلہ
تو اُن کی خواتین با حالِ زار — گھروں سے نکل آئیں ہو بے قرار
ہر اک سمت تھا شورِ ماتم بپا — سبھی اہلِ قریہ تھے وقفِ بُکا
رواں سب سے آگے تھیں بنتِ عقیل[1] — کہ تھیں تیغِ اندوہ و غم کی قتیل
جگر دوز تھیں اُن کی آہ و فغاں — یہ اشعار پڑھتی تھیں وہ خستہ جاں

---

[1] بنتِ عقیل ابنِ ابی طالب۔

ماذا تقولون ان قال النبی لکم
ماذا فعلتم و انتم آخر الامم
بعترتی و باھلی بعد مفتقدی
منھم اساری و منھم ضرجوا بدم

تم اے وہ کہ خیر الاُمم جو کہ ہو
جواب اِس کا کیا دو گے یہ تو کہو
خدا کے نبیؐ جب کریں گے سوال
مرے بعد اے مردمانِ ضلال
مری آل سے تم نے یہ کیا کیا
مرا خانوادہ تبہ کر دیا
ہیں اُن میں سے بعضے تو قیدی بنے
کئی ہیں لہو میں نہائے ہوئے

آہنگِ سرمدی

یعنی

عرفانِ مختوم ترجمہ گیتائے منظوم

گیتا فلسفۂ ہنود کی ایک قدیم اور مستند کتاب ہے جس کا مرتبہ اصطلاحی طور پر اگرچہ ویدوں کے ہے لیکن اپنی غیر معمولی اعلیٰ خصوصیتوں کے اعتبار سے اُس کو ویدوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ دُنیا کی متعدد مشہور زبانوں میں اِس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں علامہ فیضی نے فارسی میں اِس کا منظوم ترجمہ کیا تھا جسمیں بیان کی تمام خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ زیرِ نظر ترجمہ علامہ فیضی کی اُس مثنوی کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے، بلکہ فی الحقیقت یہ اسی کا منظوم اُردو ترجمہ ہے جسمیں گیتا کی تمام تعلیمات نہایت ہی دلکش اور اثر انگیز پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں۔ ترجمہ کی عمدگی کے لئے ملک کے مشہور شاعر اور ادیب جناب آلم مظفر نگری کا نامِ نامی زبردست ہے۔ ایک نفیس و لطیف اور پڑھنے کے لائق کتاب تقطیع $\frac{20 \times 30}{16}$ کتابت طباعت اعلیٰ۔ ۳۴ پونڈ کا چکنا کاغذ۔ پختہ اور عمدہ جلد سنہری ڈائی سے نام چھپا ہوا قیمت دو روپے۔

مکتبۂ برہان اُردو بازار جامع مسجد دہلی

(انڈیا لیتھو پریس دہلی)